تیسیر الهدایة

اُردو ترجمہ

کتاب المضاربت

مِنَ الہدایة

قدیمی کتب خانہ
مقابل آرام باغ۔ کراچی

تیسیر الهدایة

اُردُو ترجمہ

کتاب المضاربت

مِنَ الہِدَایة

مترجم

مولانا محمد اشرف قریشی

ناشر

قدیمی کتب خانہ

مقابل آرام باغ کراچی

فہرست

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

کتاب المضاربۃ

مضاربت

لفظ مضاربت "ضرب فی الارض" (زمین پر چلنا) سے نکلا ہے۔ اس عقد کو مضاربت بھی اسی وجہ سے کہتے ہیں کہ مضارب[1] اپنی کوشش و عمل کی وجہ سے نفع کا مستحق ہوتا ہے۔ اس معاملہ کے مشروع (یعنی جائز) ہونے کی وجہ لوگوں کی ضرورت ہے۔ کیونکہ بعض لوگوں کے پاس مال ہوتا ہے لیکن وہ اس سے تجارت وغیرہ کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے جبکہ بعض دوسرے لوگ تجارت وغیرہ کرنے کی خوب صلاحیت رکھتے ہیں لیکن ان کا ہاتھ مال سے خالی ہوتا ہے۔ اس لئے اس قسم کے معاملہ کو جائز کرنے کی ضرورت پڑی تاکہ بے وقوف و سمجھ دار اور فقیر و مالدار کی ضروریات کا انتظام ہو سکے۔ نیز جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تو لوگ آپس میں یہ معاملہ کرتے تھے اور آپؐ نے انہیں یہ معاملہ کرنے دیا (اور اس سے منع نہیں فرمایا) اور صحابہ کرامؓ نے بھی اس عمل کو

---

[1] مضاربت میں ایک کی طرف سے مال ہوتا ہے اور دوسرے کی طرف سے عمل۔ جس کی طرف سے مال ہوتا ہے اسے رب المال، سرمایہ کار، مالک اور اصل کہتے ہیں، اور جس کی طرف سے عمل ہوتا ہے اسے مضارب، کارکن، عامل، کارگزار اور فرع کہتے ہیں۔ مال کو سرمایہ اور راس المال کہتے ہیں۔

جاری رکھا (یعنی صحابہ کرامؓ کا اس معاملہ کے جائز ہونے پر اجماع ہو گیا)۔

مضاربت کو جو کچھ مال دیا جاتا ہے وہ اس کے قبضہ میں امانت ہوتا ہے کیونکہ اس نے مال پر مالک کے حکم سے قبضہ کیا ہوتا ہے اور یہ قبضہ نہ تو کسی چیز کے بدلہ میں ہوتا ہے اور نہ مال کی ضمانت اور عہد کے طور پر ہوتا ہے (جیسا کہ رہن ہوتا ہے)۔ اس مال میں مضاربت کی حیثیت وکیل کی ہوتی ہے کیونکہ وہ مالک کے حکم سے مال خرچ کرتا ہے لیکن جب نفع حاصل ہو جائے تو وہ اس مال میں مالک کا شریک بن جاتا ہے کیونکہ وہ اپنے عمل کی وجہ سے مال کے ایک حصہ کا مالک بن گیا۔ اگر مضاربت فاسد ہو جائے (یعنی اس کے صحیح ہونے کی جو شرائط ہیں وہ نہ پائی جائیں) تو یہ معاملہ اجارہ (کرایہ کا معاملہ) بن جائے گا، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ عامل (مضارب) کے لئے اس کے عمل کے بقدر اجرت (مزدوری) واجب ہوگی۔ اگر مضارب (مالک کے ساتھ طے شدہ شرائط کی) مخالفت کرے گا تو وہ غاصب بن جائے گا کیونکہ دوسرے کے مال میں اس کی طرف سے زیادتی پائی گئی۔

مسئلہ:۔ علامہ قدوریؒ نے فرمایا: مضاربت دو افراد کے درمیان ایک شرکت کا معاملہ ہے جس میں ایک کی جانب سے مال ہوتا ہے۔ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: اس سے مراد نفع میں شرکت ہے۔ اور نفع کا حق اسی وقت ہوگا جب ایک کی جانب سے مال اور دوسرے کی جانب سے عمل ہو اور اس کے بغیر مضاربت ہو ہی نہیں سکتی۔ کیا آپ نے اس پر غور نہیں کیا کہ اگر مالک کے لئے تمام نفع کی شرط مقرر کی جائے تو یہ معاملہ بُضاعت بن جاتا ہے (یعنی

بغیر اجرت کے کام کرنا یا بیگار) اور اگر مضارب کے لئے تمام نفع کی شرط لگائی تو یہ قرض بن جائے گا۔ (معلوم ہوا کہ مضاربت کے لئے ایک کی جانب سے عمل اور دوسرے کی جانب سے مال ہونا ضروری ہے)۔

مسئلہ:۔ علامہ قدوری رح نے فرمایا: مضاربت اسی مال میں صحیح ہوتی ہے جس مال میں شرکت صحیح ہوتی ہے[1]۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ (کس مال میں شرکت ہو سکتی ہے اور کس میں نہیں) اس کا بیان پہلے گزر چکا ہے۔ اگر مالک نے مضارب کو کوئی سامان دیا اور کہا کہ اس کو فروخت کر کے اس کی قیمت سے مضاربت کرو تو یہ جائز ہے (اگرچہ یہاں مضاربت کو مستقبل کی طرف منسوب کیا ہے) کیونکہ مضاربت میں ایک حیثیت وکیل بنانے اور کرایہ پر دینے کی ہے (اور ان دونوں معاملوں کو مستقبل کی طرف منسوب کر سکتے ہیں) اس حیثیت سے مضاربت بھی مستقبل کی طرف منسوب ہو سکتی ہے، پس اس مسئلہ کے صحیح ہونے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ اسی طرح اگر مالک نے مضارب سے کہا کہ فلاں شخص کے ذمہ جو میرا مال ہے تم اس پر قبضہ کر کے اس کے ذریعہ مضاربت کرو تو یہ جائز ہے، (اس کے جواز کی) وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔ لیکن اگر مضارب سے یہ کہا کہ تمہارے ذمہ جو میرا قرضہ ہے اس کے ذریعہ مضاربت کرو تو یہ مضاربت صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اس طرح وکیل بنانا صحیح نہیں ہے جیسا کہ اس کی وضاحت وکالت

---

[1] نقد رقم میں شرکت صحیح ہے۔ اس کے علاوہ سامان وغیرہ میں شرکت صحیح نہیں ہے۔

کے بیان میں گزر چکی ہے، جبکہ صاحبین (یعنی امام ابو یوسفؒ و امام محمدؒ) کے نزدیک اس طرح وکیل بنانا تو صحیح ہے لیکن اس صورت میں مضارب جو چیز (اس قرض سے) خریدے گا وہ مالک کی ہو گی (اور پھر جب مضارب اس سامان کے ذریعہ مضاربت کرے گا) تو سامان کے ذریعہ مضاربت ہو جائے گی (جو کہ فاسد ہے)۔

مسئلہ:۔ مضاربت کے لئے ایک شرط یہ بھی ہے کہ نفع دونوں کے درمیان مشترک ہو کوئی ایک فریق نفع میں سے معیّن رقم کا مستحق نہ ہو۔ کیونکہ معیّن رقم کے حقدار ہونے کی شرط ان دونوں فریقوں کے درمیان شرکت کو ختم کر دیتی ہے حالانکہ شرکت ضروری ہے جیسا کہ عقد شرکت میں یہ ضروری ہے۔

مسئلہ:۔ امام محمدؒ نے فرمایا: اگر دس روپے اضافہ کی شرط مقرر کی تو مضارب کے لئے اس کے عمل کے بقدر اجرت لازم ہو گی۔ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: کیونکہ اس شرط سے مضاربت فاسد ہو گئی۔ اس لئے کہ ممکن ہے کہ اس مشروطہ مقدار سے زیادہ نفع نہ ہو (اور وہی نفع کوئی ایک فریق لے لے) تو نفع میں شرکت ختم ہو جائے گی۔ اور یہ (اجرت مضارب کے لئے) اس لئے ہے کہ اس نے اپنے منافع و محنت کا بدلہ (یعنی عوض) چاہا تھا لیکن مضاربت کے فاسد ہونے کی وجہ سے نہیں مل سکا (اس لئے اجرت لازم ہو گی)۔ اور اس صورت میں تمام نفع مالک کے لئے ہو گا کیونکہ یہ اس کے مال کی ترقی ہے۔ اجرت کا حکم ہر اس صورت و موقع میں ہو گا جہاں مضاربت صحیح نہ ہو۔ امام ابو یوسفؒ

کے نزدیک یہ اجرت (نفع کی) مشروطہ مقدار سے زیادہ نہیں ہوگی[1]۔ امام محمدؒ کا اس میں اختلاف ہے (کہ ان کے نزدیک مشروطہ مقدار سے کم ہونا ضروری نہیں ہے) جیسا کہ ہم نے یہ اختلاف شرکت کی بحث میں بیان کیا ہے۔ اصلؔ کی روایت کے مطابق مضاربت فاسدہ میں اجرت ہر حال میں واجب ہے اگرچہ نفع نہ ہو، کیونکہ مزدور (ملازم) جب اپنے فوائد یا عمل حوالہ کر دیتا ہے تو اس کی اجرت واجب ہو جاتی ہے اور مضاربتِ فاسدہ میں اس کا عمل پایا گیا۔ لیکن امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ واجب نہیں ہے کیونکہ صحیح مضاربت میں نفع نہ ہونے کی صورت میں نفع نہیں ملتا حالانکہ صحیح مضاربت فاسد مضاربت سے اعلیٰ ہے (تو فاسد میں بدرجۂ اولیٰ نہیں ملنا چاہیئے)۔ مضاربت فاسدہ میں جو مال عامل کے پاس ہوتا ہے اگر ضائع ہو جائے تو اس کی ضمان (تاوان) نہیں ہے جیسا کہ صحیح مضاربت میں نہیں ہوتا، نیز مضارب کے پاس جو مال ہے وہ ایسی چیز ہے جو کرایہ پر لی گئی ہو (یعنی مالک نے جب مال مضارب کو دیا تو اسے عمل کرنے پر مجبور کر دیا تو مضارب گویا اس کا ملازم ہو گیا اور ملازم کے پاس جو مال ہوتا ہے اس کی ضمان نہیں ہوتی)۔ ہر وہ شرط جس سے نفع مبہم ہو جائے تو اس شرط سے مضاربت فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ مضاربت کے اہم مقصد یعنی نفع میں خلل آ گیا۔ اس کے علاوہ وہ فاسد شرائط (جن سے نفع مبہم نہ ہو) مضاربت کو فاسد نہیں کرتیں (بلکہ مضاربت

---

[1] یعنی صحیح مضاربت کی صورت میں جتنا نفع مضارب کو ملتا تو اب فاسد ہونے کی صورت میں اجرت اس سے زیادہ نہیں ملے گی۔

صحیح ہوتی ہے) اور شرط باطل ہو جاتی ہے جیسے مضارب کے ذمہ خسارہ کی شرط لگانا (کہ خسارہ مضارب برداشت کرے گا، تو اس شرط کا اعتبار نہیں ہوگا اور مضاربت صحیح ہوگی)۔

مسئلہ:۔ علامہ قدوریؒ نے فرمایا: یہ ضروری ہے کہ مال مضارب کے حوالہ ہو اور مالک کو اس میں کچھ کرنے کا اختیار نہ ہو۔ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ مال مضارب کے پاس امانت ہوتا ہے چنانچہ مال اس کے حوالہ کرنا ضروری ہے اور یہ حکم شرکت کے مسئلہ کے خلاف ہے۔ اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ مضاربت میں ایک جانب سے مال ہوتا ہے اور دوسری جانب سے عمل، تو ضروری ہے کہ مال خالصتاً عامل کے تصرف میں آجائے تاکہ وہ اسے اچھی طرح استعمال کرسکے، جبکہ شرکت میں دونوں جانب سے عمل ہوتا ہے پس اگر اس میں کسی ایک کے لئے مال پر قبضہ کی شرط لگائی جائے تو شرکت منعقد نہیں ہوگی۔

مضاربت میں مالک کے لئے عمل (یعنی کام کرنے) کی شرط اس معاملہ کو فاسد کردیتی ہے کیونکہ یہ شرط مضارب کے خالص قبضہ میں رکاوٹ بنے گی اور وہ اچھی طرح مال خرچ نہیں کرسکے گا تو مضاربت کا مقصد ثابت و ظاہر نہیں ہوگا۔ یہ حکم عام ہے خواہ مالک خود معاملہ کرنے والا ہو یا اس نے خود معاملہ طے نہ کیا ہو (بلکہ اس کی طرف سے کسی دوسرے نے معاملہ کیا ہو) جیسے نابالغ بچہ (مثلاً بچہ کا والد اس کا مال مضاربت پر دے اور بچہ کے کام کرنے کی بھی شرط لگائے تو یہ صحیح نہیں ہے) کیونکہ مال کا اصل مالک تو بچہ ہی ہے

اور اس کی ملکیت ثابت ہے تو بچہ کے عمل کی شرط سے مال پر اس کا قبضہ باقی رکھنا ہے اور یہ قبضہ مضارب کو مال پوری طرح حوالہ کرنے میں رکاوٹ بنتا ہے اسی طرح اگر شرکتِ مفاوضہ[1] اور شرکت عنان کے دو فریقوں میں سے کسی ایک نے تیسرے شخص کو مضاربت پر مال دیا اور اپنے دوسرے فریق کے عمل کی شرط لگائی (تب بھی مضاربت فاسد ہو جائے گی) کیونکہ یہ دوسرا فریق بھی مال کا مالک ہے اگرچہ اس نے خود یہ معاملہ نہیں کیا۔ اگر مضاربت کا معاملہ کرنے والا خود مالک نہیں ہے اور وہ دوسرے کی طرف سے معاملہ کر رہا ہے تو مضارب کے ساتھ اس کے عمل کی شرط اس معاملہ کو فاسد کر دے گی بشرطیکہ یہ معاملہ کرنے والا خود اس مال میں مضاربت کرنے کا اہل نہ ہو جیسے ماذون[2]، لیکن باپ اور وصی کا حکم اس سے مختلف ہے (کہ وہ بچہ کا مال مضاربت پر دے کر اپنے عمل کی شرط لگا سکتے ہیں) کیونکہ یہ دونوں اس کے اہل ہیں کہ بچہ کا مال لے کر خود مضاربت کریں (یعنی بچہ مالک ہو اور باپ یا وصی مضارب) تو اسی طرح دوسرے کو مضارب بنا کر نفع کے ایک حصہ کے عوض اپنے عمل کی شرط لگانا بھی جائز ہوگا۔

مسئلہ: علامہ قدوریؒ نے فرمایا: جب مضاربت کسی قید کے بغیر صحیح

---

[1] شرکتِ مفاوضہ یہ ہے کہ دو افراد برابر کا مال ملا کر شرکت کریں اور دونوں مذہب اور آزاد و غلام ہونے میں برابر ہوں۔ ان میں سے ہر ایک دوسرے کا کفیل اور وکیل ہوتا ہے۔ شرکتِ عنان یہ ہے کہ دو افراد مال ملا کر کسی کاروبار میں شرکت کریں خواہ دونوں کے مال کی مقدار اور نفع کی مقدار میں فرق ہو۔ اس میں ایک شریک دوسرے کا صرف وکیل ہوتا ہے کفیل نہیں ہوتا۔

[2] وہ غلام جسے آقا تجارت کرنے کی اجازت دے دے۔ یہ اپنے آقا کا مال لے کر مضارب نہیں بن سکتا اسی طرح دوسرے کو مضاربت پر دے کر خود اپنے عمل کی شرط نہیں لگا سکتا۔

طور پر منعقد ہو جائے تو اب مضارب خرید و فروخت کر سکتا ہے، وکیل بنا سکتا ہے، تجارتی سفر کر سکتا ہے، بضاعت[1] پر مال دے سکتا ہے اور امانت رکھوا سکتا ہے۔ صاحب ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ معاملہ مطلق ہے، اس میں کسی قسم کی قید نہیں ہے اور اس معاملہ کا مقصد نفع حاصل کرنا ہے جو کہ تجارت کے بغیر حاصل نہیں ہوگا، تو اس معاملہ کے ضمن میں تجارت کی تمام اقسام اور تاجروں کے معاملات آگئے۔ وکیل بنانا بھی تاجروں کا ایک عمل ہے۔ اسی طرح امانت رکھوانا، بضاعت پر دینا اور تجارتی سفر کرنا بھی تاجروں کے معاملات اور کاروبار میں داخل ہے۔ کیا آپ نے اس پر غور نہیں کیا کہ جس کے پاس امانت کا مال ہو وہ بھی اس مال کو سفر میں لے جا سکتا ہے تو مضارب بدرجۂ اولیٰ اس کو سفر میں لے جا سکے گا۔ اور اس کے لئے سفر میں لے جانا کیوں جائز نہ ہو حالانکہ اس معاملہ کا نام ہی سفر پر دلالت کر رہا ہے، کیونکہ لفظ مضاربت "ضرب فی الارض" سے ماخوذ ہے اور اس کے معنی ہیں "چلنا، سفر کرنا" امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ وہ (اس مال کو لے کر) سفر نہیں کر سکتا۔ امام ابو یوسفؒ نے امام ابو حنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ اگر مالک نے مضارب کو مال مضارب کے شہر میں دیا ہے تو وہ تجارتی سفر نہیں کر سکتا کیونکہ یہ (یعنی سفر کرنا) کسی ضرورت کے بغیر مال کو ضائع کرنے کے لئے پیش کرنا ہے۔ اور اگر دوسرے شہر میں مال دیا ہے تو وہ اپنے شہر تک

---

[1] یعنی کسی کو تجارت کے لئے مال دیا جائے لیکن نہ اسے اجرت دی جائے اور نہ نفع میں اس کا حصہ ہو یعنی بلا معاوضہ تجارت وغیرہ کروانا۔

(اس مال کے ساتھ) سفر کرسکتا ہے کیونکہ اکثر مراد یہی ہوتی ہے لیکن ظاہر الروایت کا مسئلہ وہی ہے جو علامہ قدوریؒ نے فرمایا (کہ وہ تجارتی سفر کرسکتا ہے)۔

مسئلہ :۔ علامہ قدوریؒ نے فرمایا: مضارب دوسرے شخص کو مضاربت پر مال نہیں دے سکتا مگر یہ کہ مالک نے اسے اجازت دی ہو یا اس سے کہا ہو کہ تم اپنی مرضی و رائے سے کام کرو۔ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ ایک چیز کے ضمن میں اس کے جیسی دوسری چیز ثابت نہیں ہوتی کیونکہ وہ دونوں قوت میں برابر ہوتی ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اس دوسری چیز کی صراحت ہو یا آزادانہ سپردگی (یعنی پوری طرح ہر کام کی اجازت) ہو۔ مضاربت کا معاملہ وکیل بنانے کی طرح ہے چنانچہ وکیل اس کام کا جس کا وہ خود وکیل ہے دوسرے کو وکیل نہیں بنا سکتا مگر یہ کہ موکل نے اس سے کہا ہو کہ "اپنی مرضی سے کام کرو"۔ مالِ مضاربت امانت پر رکھوانے یا بضاعت پر دینے کا حکم اس سے مختلف ہے (کہ مالک کی صریح اجازت کے بغیر مضارب کو اس کی اجازت ہے) کیونکہ یہ دونوں معاملے مضاربت سے کم درجہ کے ہیں تو مضاربت ان دونوں کو شامل ہوگی۔ قرض دینے کا حکم اس سے مختلف ہے یعنی مضارب قرض نہیں دے سکتا اگرچہ مالک نے اس سے کہا ہو کہ "اپنی مرضی سے کام کرو"۔ اس لئے کہ مالک کی طرف سے عمومی اجازت کا مطلب یہ ہے کہ تاجروں کے جتنے طریقے اور معاملات ہیں انہیں اختیار کرنے کی آزادی ہے جبکہ قرض دینا تاجروں کے معاملات میں سے نہیں ہے بلکہ یہ تو تبرع (یعنی نفلی اور ثواب کا کام) ہے جیسے تحفہ دینا، صدقہ خیرات کرنا۔ پس قرضے دینے سے اصل

مقصد یعنی نفع حاصل نہیں ہوگا کیونکہ قرض پر اضافہ تو جائز نہیں ہے (بلکہ وہ تو سود و حرام ہے) لیکن مضاربت پر دینا تاجروں کے طریقہ میں سے ہے۔ اسی طرح شرکت کا معاملہ کرنا اور مالِ مضاربت کو اپنے مال سے ملانا، مالک کے اس عمومی قول (یعنی اپنی مرضی سے کام کرو) میں داخل ہے۔

مسئلہ:۔ علامہ قدوریؒ نے فرمایا: اگر مالک نے اس کے لئے کوئی معیّن شہر یا کوئی معیّن سامان تجارت کے لئے مخصوص کر دیا تو مضارب اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ مضاربت اصل میں وکیل بنانا ہے اور کسی شہر یا سامان کو مخصوص کرنا بھی فائدہ سے خالی نہیں ہے، اس لئے (مالک کو مخصوص کرنے کی اجازت ہوگی اور) وہ مخصوص ہو جائے گا۔ اسی طرح مضارب اس صورت میں یہ بھی نہیں کر سکتا کہ کسی دوسرے کو بضاعت پر مال دے تاکہ وہ دوسرا شخص یہ مال معیّن شہر سے کسی دوسرے شہر لے جائے۔ کیونکہ مضارب اس مال کو خود معیّن شہر سے باہر نہیں لے جا سکتا تو دوسرے کو اس کام کی اجازت بھی نہیں دے سکتا۔

مسئلہ:۔ امام محمدؒ نے فرمایا: اگر مضارب (مالک کی ہدایت کی خلاف ورزی کر کے) دوسرے شہر مال لے گیا اور وہاں اس نے خریداری کی تو وہ ضامن ہوگا اور خریدی ہوئی چیز اور اس کا نفع مضارب کے لئے ہوگا۔ کیونکہ مضارب نے مالک کی اجازت کے بغیر مال استعمال کیا ہے (اس لئے ضامن ہوگا) اگر مضارب نے دوسرے شہر جا کر کوئی خریداری نہیں کی اور (مثلاً) کوفہ واپس لے آیا اور مالک نے وہی شہر معیّن کیا تھا تو وہ ضمان سے بری ہو جائے گا۔

جیسے امین اگر امانت کے بارے میں مالک کی خلاف ورزی کرے پھر دوبارہ اسی کے مطابق کر دے (تو وہ ضامن نہیں ہوتا) اور مضارب کے پاس جو مال ہے وہ مضاربت ہی کا مال رہے گا۔ صاحبِ ہدایہؒ نے فرمایا: کیونکہ مال مضارب کے پاس سابقہ معاملہ کی وجہ سے موجود ہے۔ اسی طرح اگر مضارب نے معیّن شہر میں کچھ مالِ مضاربت سے خریداری کی تھی پھر مالک کی خلاف ورزی کر کے بقیہ مال لے کر دوسرے شہر چلا گیا اور پھر وہی بقیہ مال واپس لے آیا تو یہ بقیہ مال اور معیّن شہر میں خریدی ہوئی چیز مضاربت پر باقی رہے گی، وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی۔ اس مسئلہ میں ضامن ہونے کے لئے دوسرے شہر میں خریدنا شرط ہے اور یہی جامع صغیر کی روایت ہے لیکن کتاب المضاربۃ میں ہے کہ "دوسرے شہر مال لے جانے سے ہی ضامن ہو جائے گا"۔ ان دونوں میں تطبیق کی صحیح صورت یہ ہے کہ معیّن شہر میں مال واپس لوٹانے سے ضمان کے ختم ہونے کا احتمال ہوتا ہے اور خریدنے سے یہ ضمان ثابت و محقّق ہو جاتی ہے (اور احتمال ختم ہو جاتا ہے) تو حاصل یہ ہوا کہ شہر سے باہر لے جانے سے ضمان واجب ہوتی ہے اور خریدنے کی شرط اس ضمان کو ثابت کرنے کے لئے ہے نہ کہ واجب کرنے کے لئے۔ یہ حکم اس صورت کے خلاف ہے کہ "اگر مالک نے یہ کہا کہ (مثلاً) صرف کوفہ کے (خاص) بازار میں خرید و فروخت کرو" تو مضاربت مقیّد نہیں ہوگی (بلکہ مضارب کوفہ کے کسی بھی بازار میں خرید و فروخت کر سکتا ہے) کیونکہ شہر کی حیثیت ایک مکان و علاقہ کی ہوتی ہے اگرچہ اس کے اطراف مختلف ہوتے ہیں۔ اس لئے یہ قید لگانا مفید نہیں ہوگا لیکن

اگر اس نے (ایک بازار کے سوا) دوسرے بازار سے ممانعت کی تصریح کر دی یعنی یہ کہا کہ صرف اس بازار میں خرید و فروخت کرو اس کے علاوہ دوسرے بازار میں خرید و فروخت نہ کرو (تو یہ قید مفید ہوگی اور دوسرے بازار سے خریدنے میں ضامن ہوگا) کیونکہ مالک نے ممانعت کی وضاحت کر دی اور مالک ہی کو اجازت دینے اور منع کرنے کا اختیار ہے (اس لئے وہ منع کر سکتا ہے) مضاربت کو خاص کرنا یہ ہے کہ مثلاً مالک کہے کہ اس خاص چیز کی تجارت کرو یا فلاں جگہ پر کرو، اسی طرح اگر کہا کہ یہ مال لے کر کوفہ میں تجارت کرو (تو یہ بھی خاص کرنا ہے)۔ کیونکہ جملہ کا آخر پہلے کی تفسیر ہے یا کہا کہ "یہ مال لو پس اس کے ذریعہ کوفہ میں تجارت کرو" کیونکہ حرف "پس" دو جملوں کو ملانے کے لئے آتا ہے (تو حرف "پس" کے بعد والا جملہ پہلے جملہ کو خاص کر دے گا) یا کہا کہ "کوفہ میں تجارت کے لئے آدھے نفع کی شرط پر یہ مال لے لو" لیکن اگر یہ کہا کہ "یہ مال لو اور اس کے ذریعہ کوفہ میں تجارت کرو" تو اس صورت میں مضارب کوفہ و غیر کوفہ دونوں جگہ تجارت کر سکتا ہے کیونکہ حرف "اور" دو مختلف چیزوں کو جوڑنے کے لئے آتا ہے اس لئے دوسرا جملہ پہلے جملہ کے لئے مشورہ ہو جائے گا۔ اگر مالک نے کہا کہ "میں تمہیں صرف اس شرط پر مضاربت پر مال دے رہا ہوں کہ تم صرف اس فلاں شخص سے خرید و فروخت کرو گے" تو یہ قید لگانا صحیح ہے کیونکہ یہ قید مفید ہے اس لئے کہ مالک کو اس فلاں شخص پر معاملات میں زیادہ اعتماد ہے۔ اگر یہ کہا کہ "اس شرط پر کہ تم کوفہ کے باشندوں سے خرید و فروخت کرو گے" یا بیع صَرف (یعنی کرنسی کی خرید و فروخت) کرنے

کے لیئے اس شرط پر مال دیا کہ "تم صرف سُناروں سے خرید و فروخت کروگے" تو
ان دونوں صورتوں میں حکم سابقہ صورتوں سے مختلف ہے کہ اگر اس نے کوفہ
میں دوسرے شہر کے تاجروں سے یا ساروں کے علاوہ دوسرے تاجروں سے
خرید و فروخت کی تو یہ جائز ہے کیونکہ "کوفہ کے باشندوں" کی قید کا فائدہ
صرف کوفہ شہر کے ساتھ خاص کرتا ہے نہ کہ کوفہ کے اصلی باشندوں کے ساتھ
اور سُناروں کی قید کا فائدہ صرف بیع صَرف کرنے کے ساتھ خاص کرتا ہے
نہ کہ خاص سُناروں کے ساتھ، اس لئے کہ عُرفِ عام میں اس کا یہی مطلب
ہوتا ہے، اس کے علاوہ دوسرا مطلب نہیں ہوتا۔

مسئلہ:۔ علامہ قدوریؒ نے فرمایا: اسی طرح اگر مالک نے مضاربت کے
لئے کوئی زمانہ متعین و محدود کر دیا تو اس زمانہ کے گزرتے ہی مضاربت باطل
ہو جائے گی۔ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ مضاربت اصل میں مضارب
کو وکیل بنانا ہے تو مضاربت جس زمانہ تک محدود کی اس زمانہ تک محدود ہو
جائے گی (جیسے وکالت ہو جاتی ہے) اور زمانہ مقرر کرنا مفید ہوتا ہے (اور
مفید قید لگانا صحیح ہے) تو یہ قید زمانی ہے، اور یہ قید ایسی ہو گئی جیسے نوعِ
تجارت و مقام کی قید ہوتی ہے۔

مسئلہ:۔ علامہ قدوریؒ نے فرمایا: مضارب کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ
ایسا غلام خریدے جو مالک کی طرف سے رشتہ داری[1] یا کسی اور وجہ[2] سے

---

[1] مثلاً مالک کے رشتہ دار کو خریدا تو وہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ رشتہ دار کو خریدنے سے
وہ آزاد ہو جاتا ہے [2] مثلاً مالک نے قسم کھائی تھی کہ "اگر میں فلاں غلام کا (بقیہ اگلے صفحہ پر)

آزاد ہو جائے۔ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا: اس لئے کہ مضاربت کا معاملہ تو نفع حاصل کرنے کے لئے جائز کیا گیا ہے، اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ پے در پے مال خرید کر فروخت کیا جائے حالانکہ ایسے غلام میں آزاد ہونے کی وجہ سے یہ خرید و فروخت ممکن نہیں ہے (تو نفع بھی حاصل نہیں ہو گا) اور اسی وجہ سے مضاربت میں ایسی چیز کی خرید داخل نہیں ہوتی جو مضارب کے قبضہ کرنے سے بھی مضارب کی ملکیت میں نہ آسکے جیسے شراب خریدنا اور مردار کے بدلہ کوئی چیز خریدنا (کیوں شراب مسلمان کے قبضہ میں نہیں آسکتی اور مردار کے بدلہ کوئی چیز خریدی جائے تو وہ بیع باطل ہوتی ہے اس لئے خریدی ہوئی چیز قبضہ میں نہیں آتی اور نفع حاصل نہیں ہوتا) لیکن بیع فاسد کا حکم اس سے مختلف ہے (کہ مضارب بیع فاسد کر سکتا ہے) کیونکہ بیع فاسد میں چیز پر قبضہ کرنے کے بعد اسے فروخت کرنا ممکن ہے تو نفع یعنی اصل مقصد حاصل ہو جائے گا۔

مسئلہ:۔ علامہ قدوریؒ نے فرمایا: اگر مضارب نے ایسا غلام خریدا جو مالک کی طرف سے آزاد ہو جائے گا تو یہ خرید مضاربت کے لئے نہیں ہوگی بلکہ مضارب اپنے لئے خریدنے والا ہو جائے گا۔ شارحؒ نے فرمایا: کیونکہ جو خرید ایسی ہوتی ہے کہ خریدار کی طرف سے اس کا ہونا ممکن ہو تو وہ خریدار کی طرف سے ہو جاتی ہے جیسے کوئی چیز خریدنے کے لئے کسی کو وکیل بنایا اور اس نے موکل کی خلاف ورزی کی (تو اس صورت میں خریدنا وکیل کے لئے ہوگا موکل کے

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) مالک ہوا تو وہ آزاد ہے"۔ اور مضارب نے اسی غلام کو خرید لیا۔

لئے نہیں)۔

مسئلہ:۔ علامہ قدوریؒ نے فرمایا: اگر مضاربت کے مال میں نفع ہو گیا تو مضارب کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسے شخص کو خریدے جو اس کی طرف سے آزاد ہو جائے (مثلاً اپنے رشتہ دار کو خریدے)۔ شارحؒ نے فرمایا: کیونکہ نفع میں مضارب کا جو حصّہ ہے اس حصّہ کے بقدر غلام آزاد ہو جائے گا تو اس غلام میں جو مالک کا حصّہ ہے وہ بھی فاسد ہو جائے گا یا وہ بھی آزاد ہو جائے گا اس اختلاف کے مطابق جو اس مسئلہ میں مشہور[1] ہے۔ پس مالک اس غلام کو استعمال نہیں کر سکے گا تو مقصود یعنی نفع حاصل نہ ہو گا۔ اور اگر مضارب نے ایسے لوگوں کو خریدا (جو اس کی طرف سے آزاد ہو جائیں گے) تو وہ مالِ مضاربت کا ضامن ہو گا۔ اس لئے کہ مضارب اب اپنے لئے غلام خریدنے والا ہو گیا تو وہ (غلام خریدنے میں) مالِ مضاربت ادا کرنے کی وجہ سے ضامن ہو گا۔

مسئلہ:۔ اگر مضاربت کے مال میں نفع نہیں ہوا تھا تو مضارب کے لئے ان لوگوں کو خریدنا جائز ہے۔ اس لئے کہ ابھی یہ تصرف کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے کیونکہ مضارب کی مالِ مضاربت میں شرکت نہیں ہے کہ شرکت کی بناء پر (ملکیت ثابت ہو کر وہ) آزاد ہو جائیں۔ اگر خریدنے کے بعد ان کی

---

[1] اگر غلام دو افراد میں مشترک ہو اور ایک فریق اپنا حصّہ آزاد کر دے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک دوسرا فریق اب اس غلام کو فروخت نہیں کر سکتا بلکہ یا تو غلام سے کمائی کروا لے گا یا پہلے فریق سے تاوان لے گا یا خود بھی آزاد کر دے گا جبکہ امام ابو یوسفؒ و محمدؒ کے نزدیک بقیہ حصّہ بھی آزاد ہو جائے گا۔

قیمت زیادہ ہوگئی تو (نفع ہونے کی وجہ سے مضارب بھی مالِ مضاربت میں شریک ہوجائے گا اور) ان میں سے مضارب کا حصّہ آزاد ہوجائے گا۔ کیونکہ مضارب اپنے رشتہ دار غلام کے کچھ حصّہ کا مالک ہوگیا۔ لیکن مالک کے لئے کسی چیز کا ضامن نہیں ہوگا۔ کیونکہ قیمت کے بڑھ جانے میں مضارب کی جانب سے کوئی حرکت نہیں ہے اور اس اضافہ میں مضارب کی ملکیت ہونے میں بھی مضارب کا اپنا کوئی فعل نہیں ہے کیونکہ مضارب کے لئے ملکیت اس معاملۂ مضاربت کے حکم کی وجہ سے ثابت ہوئی ہے تو یہ معاملہ ایسا ہوگیا کہ جیسے کسی دوسرے کے ساتھ اپنے رشتہ دار کا وارث ہوگیا[1]۔ اور یہ مذکورہ غلام یعنی مضارب کا رشتہ دار مالک کے حصّہ کی قیمت ادا کرنے کے لئے کمائی کرے گا۔ کیونکہ مالک کے مال کی مالیت اس غلام کے پاس رُک گئی تو اس کے واسطے کمائی کرے جیسا کہ وراثت کی صورت میں ہوتا ہے۔

مسئلہ:۔ امام محمدؒ نے فرمایا: اگر مضارب کے پاس ہزار روپے نصف نفع کی شرط پر تھے اور مضارب نے اس رقم سے ہزار روپے قیمت والی باندی خریدی اور مضارب نے اس سے جماع کیا اور بچہ پیدا ہوگیا جس کی قیمت بھی ہزار روپے

---

[1] مثلاً زید کا منکوحہ باندی سے لڑکا پیدا ہوا تو یہ لڑکا دوسرے کا غلام ہوا۔ پھر آقا سے زید کا آزاد بیوی نے زید کا یہ غلام لڑکا خرید لیا۔ اس کے بعد یہ آزاد بیوی فوت ہوگئی اور ورثاء میں زید شوہر اور اس عورت کا بھائی ہے تو یہ غلام زید اور اس کے بھائی میں آدھا آدھا مشترک ہوگا۔ چونکہ زید اس غلام کا باپ بھی ہے اس لئے یہ غلام باپ کی طرف سے فوراً آزاد ہوجائے گا اور عورت کے بھائی کو یہ غلام کمائی کرکے اس کے حصے کی رقم دے گا۔ زید ضامن نہیں ہوگا کیونکہ زید کا اس میں کوئی دخل نہیں ہے۔

ہے۔ پھر مضارب نے اس بچہ کے نسب کا دعویٰ کیا پھر اس غلام کی قیمت بڑھ کر ڈیڑھ ہزار ہو گئی اور صورت حال یہ ہے کہ مضارب مال دار ہے تو اب مالک کو اختیار ہے کہ چاہے اس غلام سے ایک ہزار دو سو پچاس روپے کمائی کروا کر وصول کرلے اور اگر چاہے تو آزاد کر دے (مضارب پر کوئی تاوان نہیں ہوگا)۔

شارحؒ فرماتے ہیں کہ: اس کی وجہ یہ ہے کہ ظاہر میں نسب کا دعویٰ کرنا صحیح ہے (اگرچہ نافذ نہیں ہے) اس طرح کہ نکاح کے حکم پر محمول کریں لیکن نسب کا یہ دعویٰ اس نومولود غلام کے آزاد ہونے میں مؤثر نہیں ہوا کیونکہ اس کی شرط یعنی ملکیت نہیں ہے کیونکہ (مضارب نے مالِ مضاربت سے باندی خریدی ہے، اپنے مال سے نہیں خریدی اور جماع کرنا بھی اس کے لئے جائز نہیں تھا۔ اور مضارب کی شرکت اس لئے نہیں ہے کہ) نفع ظاہر نہیں ہوا (غلام اور باندی دونوں کی مجموعی قیمت اگرچہ دو ہزار ہے جو کہ اصل مالِ مضاربت سے زیادہ ہے لیکن پھر بھی یہ نفع نہیں ہے) کیونکہ باندی اور اس کا بچہ دونوں میں سے ہر ایک مالک کے حق میں ہے جیسے اگر مضاربت کا مال مضارب کے پاس چیزوں کی شکل میں ہو (نقد نہ ہو) اور ہر چیز کی قیمت اصل مالِ مضاربت کے برابر ہو تب بھی نفع ظاہر نہیں ہوتا (بلکہ ہر ایک چیز مالِ مضاربت کے بدلہ میں ہو سکتی ہے) اسی طرح مذکورہ صورت میں بھی ہوگا۔ پھر جب غلام کی قیمت بڑھ گئی تو اب نفع ظاہر ہو گیا اور (مضارب کا بھی غلام و باندی میں کچھ حق ہو گیا اس لئے) مضارب کا سابقہ نسب کا دعویٰ نافذ ہو گیا (اور وہ نومولود غلام اس مضارب کا بیٹا ہونے کی وجہ سے اس کے حصہ کے بقدر آزاد ہو گیا)۔

لیکن اگر مضارب نے غلام بچے کو آزاد کر دیا پھر اس کی قیمت میں اضافہ ہوا تو اس کا حکم مختلف ہے (کہ آزادی نافذ نہیں ہوگی) کیونکہ آزاد کرنے کے معنی آزادی کو پیدا کرنا اور وجود بخشنا ہیں مگر جب ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے آزاد کرنا باطل ہوگیا تو ملکیت پیدا ہونے کے بعد بھی نافذ نہیں ہوگا۔ اور رہا نسب کا دعویٰ (جس کا ذکر پہلے ہوا، اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ فی الحال نسب ایجاد کر رہا ہے بلکہ وہ) تو خبر دینا ہے (کہ میرا نسب اس سے ثابت ہے) چنانچہ ملکیت ثابت ہونے کے وقت یہ دعویٰ نافذ ہو سکتا ہے جیسے اگر کسی دوسرے کے غلام کے بارے میں آزادی کا اقرار کیا (تو ملکیت نہ ہونے کی وجہ سے یہ اقرار باطل ہے) پھر اسے خرید لیا (تو اس کا اقرار اب نافذ ہو جائے گا اور غلام آزاد ہو جائے گا)۔

پھر جب مضارب کا دعویٰ نسب صحیح ہو کر نسب ثابت ہوگیا تو بچہ آزاد ہو جائے گا کیونکہ مضارب اس کے کچھ حصہ کا مالک ہوگیا اور وہ مالک کے لئے فرزند کی قیمت میں سے کچھ ضامن نہیں ہوگا کیونکہ فرزند کی آزادی نسب اور ملکیت کی وجہ سے ثابت ہوئی ہے اور ان دونوں میں سے آخری بات ملکیت کا ثبوت ہے پس آزادی کا حکم ملکیت کی طرف منسوب ہوگا اور ملکیت ثابت ہونے میں مضارب کا کوئی دخل نہیں ہے اور چونکہ (مالک کو دینا) آزاد کرنے کا تاوان ہے تو اس تاوان کے ثبوت کے لئے تعدّی و زیادتی ضروری ہے اور وہ (مضارب کی طرف سے) نہیں پائی گئی۔ مالک کو یہ اختیار ہے کہ غلام سے کمائی کروائے کیونکہ اس کی مالیت غلام کے پاس (آزاد ہونے کی

وجہ سے) رُک گئی ہے۔ مالک کو یہ بھی اختیار ہے کہ اپنا حصّہ بھی آزاد کر دے۔ کیونکہ جس غلام پر کمائی کرنا واجب ہو وہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مکاتب کی مانند ہے (یعنی آزادی کے قابل ہے)۔ اگر کمائی کروائے تو ایک ہزار دو سو پچاس روپے کمائی کروا کے لے گا۔ کیونکہ ہزار روپے کا اصل مال (سرمایہ) کی وجہ سے مستحق ہے اور چونکہ پانچ سو روپے نفع ہوا ہے اور وہ ان دونوں کے درمیان (آدھا آدھا) ہے (تو دو سو پچاس کا بھی مستحق ہوا) اس لئے اس مذکورہ مقدار کے لئے کمائی کروائے گا۔

پھر جب مالک ہزار روپے پر قبضہ کرلے تو اسے یہ اختیار حاصل ہے کہ غلام کے نسب کا دعویٰ کرنے والے یعنی مضارب سے غلام کی ماں یعنی باندی کی نصف قیمت کا تاوان لے۔ اس لئے کہ ہزار روپے جو لئے ہیں وہ سرمایہ کے حق میں ہو گئے کیونکہ سرمایہ کا وصول کرنا (نفع سے) مقدم ہے تو یہ واضح ہو گیا کہ پوری باندی نفع ہے لہٰذا وہ بھی ان دونوں میں آدھی آدھی ہو گی۔ (باندی کو سرمایہ کے عوض اس لئے نہیں رکھا کہ) مضارب کی جانب سے نسب کا دعویٰ مقدّم ہو گیا جو کہ نکاح کے احتمال کی وجہ سے صحیح ہے (یعنی یہ احتمال ہے کہ باندی اس کی منکوحہ ہو اور نکاح کی وجہ سے مضارب نے جماع کیا ہو اور غلام کے نسب کا دعویٰ کیا ہو) لیکن ملکیت نہ ہونے کی بناء پر اس کا نفاذ موقوف ہو گیا اور جب ملکیت ظاہر ہو گئی تو وہ دعویٰ نافذ ہو گیا اور باندی مضارب کی اُمّ ولد ہو گئی، چنانچہ وہ (باندی میں) مالک کے حصّہ کا ضامن ہو گا کیونکہ یہ ملکیت حاصل ہونے کی ضمانت ہے اور یہ ضمانت ضامن کی طرف سے کسی فعل (یعنی زیادتی

وغیرہ) کو نہیں چاہتی (اس لئے خواہ اس کا فعل ہو یا نہ ہو اس پر ضمان لازم آئے گی) جیسے کسی باندی سے نکاح کرکے اس سے بچہ حاصل کیا (یعنی امّ ولد بنایا) پھر اسی باندی کا وہ خود اور کوئی دوسرا وارث ہو کر مالک ہو گیا[1] تو وہ اپنے شریک کے حصّہ کا ضامن ہوگا (اگرچہ مالک بننے میں اس کا کوئی دخل نہیں ہے) اسی طرح اس مذکورہ صورت میں ہوگا لیکن لڑکے کی ضمان کی حیثیت مختلف ہے (کہ اگر زیادتی ہو تو ضمان ہے ورنہ نہیں) جیسا کہ اس کی وضاحت پہلے کی جاچکی ہے۔

باب المضارب یُضارِبُ

مضارب کسی دوسرے کو مضارب بنائے

مسئلہ:۔ علامہ قدوریؒ نے فرمایا: اگر مضارب نے اپنا مالِ مضاربت دوسرے شخص کو مضاربت پر دے دیا حالانکہ مالک نے اس کی اجازت نہیں دی تھی تو صرف دوسرے مضارب کو مال دینے سے یا دوسرے مضارب کے تصرف اور مال استعمال کرنے سے پہلا مضارب مالک کے سرمایہ کا ضامن نہیں ہوگا

---

[1] مثلاً تین بھائی ہیں ایک بھائی نے دوسرے بھائی کی باندی سے نکاح کیا پھر اس دوسرے بھائی کا انتقال ہوگیا تو پہلا اور تیسرا بھائی اس باندی کے وارث ہوں گے اور باندی پہلے بھائی کی امّ ولد بن جائے گی تو یہ اس باندی کا پورا مالک ہو جائے گا اور اپنے بھائی کے حصّہ کا ضامن ہوگا۔ کیونکہ امّ ولد کے دو مالک نہیں ہو سکتے۔

یہاں تک کہ دوسرا مضارب اپنی تجارت میں نفع حاصل کرلے اور جب دوسرا مضارب نفع حاصل کرلے گا تو پہلا مضارب مالک کے مال کا ضامن ہو گا۔ امام ابوحنیفہؒ سے یہ حسن بن زیاد کی روایت ہے جبکہ امام ابویوسفؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ جب دوسرے مضارب نے کام کیا یعنی تجارت کی تو پہلا مضارب ضامن ہوگا خواہ دوسرے کو نفع حاصل ہو یا نہ ہو۔ صاحبِ ہدایہ فرماتے ہیں کہ یہ ظاہری روایت ہے۔ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ مال دیتے ہی ضامن ہوجائے گا دوسرا مضارب کام کرے یا نہ کرے۔ یہ امام ابویوسفؒ سے ایک روایت ہے۔ اس لئے کہ پہلے مضارب کے پاس جو مال ہے وہ امانت کے طور پر ہے اور یہ خود دوسرے مضارب کو جو دے رہا ہے تو وہ مضاربت کے طور پر ہے (چنانچہ اس نے خلاف ورزی کی اس لئے ضامن ہوگا)۔ امام ابویوسفؒ و محمدؒ کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے شخص کو (مضاربت پر) دینا اصل میں تو امانت رکھوانا ہے، کام کرنے اور تجارت میں لگانے کے بعد مضاربیت کے لئے ہوتا ثابت ہوگا اس لئے کام کرنے سے پہلے اس کا حال موقوف ہوگا (اگر عمل کیا تو ضامن ہے ورنہ نہیں)۔ امام ابوحنیفہؒ کی دلیل یہ ہے کہ مال دینا کام کرنے سے پہلے تو امانت ہے اور کام کرنے کے بعد ابضاع (یعنی بلاعوض خدمت لینا و کام کروانا) ہے اور ان دونوں کاموں کی مضارب کو اجازت ہے اس لئے مضارب صرف ان دونوں کاموں کی وجہ سے ضامن نہیں ہوگا لیکن جب دوسرے مضارب کے کام کرنے کے بعد نفع حاصل ہوگا تو سرمایہ میں دوسرے مضارب کی بھی شرکت ثابت ہوجائے گی چنانچہ اب وہ ضامن ہوگا جیسے اگر مضارب مالِ مضاربت

کے ساتھ دوسرا مال ملالے (تو صرف ملانے سے ضامن نہیں ہوتا بلکہ نفع ظاہر ہونے کے بعد ضامن ہوتا ہے)۔ اور ضمان واجب ہونے کا حکم اس وقت ہے جبکہ دوسری مضاربت (قواعد کے مطابق) صحیح ہو، اور اگر دوسری مضاربت فاسد ہے تو پہلا مضارب ضامن نہیں ہوگا اگرچہ دوسرا مضارب کام کرے۔ اس لئے کہ اب دوسرا مضارب اس دوسری مضاربت میں اجیر (ملازم کے حکم میں) ہے (مضارب کے حکم میں نہیں ہے) اور اسے اس کے کام کے بقدر اجرت ملے گی اس لئے اس دوسرے مضارب کے عمل و نفع سے ایسی شرکت ثابت نہیں ہوگی جو ضمان واجب کرے۔

علامہ قدوریؒ نے پہلے مضارب کے ضامن ہونے کا ذکر کیا ہے اور دوسرے مضارب کا کوئی حکم بیان نہیں کیا۔ بعض مشائخؒ نے امانت رکھنے والا دوسرے کے پاس امانت رکھوا دے تو اس میں ضامن کے تعین میں ائمہ کے اختلاف پر قیاس کرکے فرمایا کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک دوسرے مضارب کو ضامن نہ بنانا مناسب ہے اور صاحبینؒ کے نزدیک دوسرے کو ضامن بنانا مناسب ہے۔ بعض نے فرمایا کہ بالاتفاق مالک کو اختیار ہے کہ پہلے مضارب کو ضامن بنائے یا دوسرے کو، اور یہی مشہور ہے۔ یہ حکم صاحبینؒ کے نزدیک تو ظاہر ہے اسی طرح امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک بھی لیکن امانت اور مضارب کے مسئلہ میں فرق کی وضاحت کی ضرورت ہے۔ امام صاحبؒ کے نزدیک اس فرق کی وجہ یہ ہے کہ امانت کے مسئلہ میں دوسرا امین پہلے امین کے فائدہ و مصلحت کے لئے امانت کو قبضہ میں لیتا ہے اس لئے وہ

ضامن نہیں ہوگا جبکہ دوسرا مضارب اپنے فائدہ کے لئے کام کرتا ہے تو اس کا ضامن ہونا جائز ہے۔

اگر مالک نے پہلے مضارب کو ضامن بنا لیا تو اس کے بعد پہلے اور دوسرے مضارب کے مابین مضاربت صحیح ہو جائے گی اور دونوں کے درمیان نفع باہمی شرط کے مطابق تقسیم ہوگا۔ اس لئے کہ ضمان دینے کے بعد یہ ظاہر ہو گیا کہ پہلے مضارب نے جس وقت دوسرے مضارب کو مالک کی رضامندی کے بغیر مال دے کر مالک کی مخالفت کی تھی، پہلا مضارب ضمان دینے کی وجہ سے اسی وقت سے سرمایہ کا مالک ہو گیا اور اب ایسا ہو گیا کہ گویا پہلے مضارب نے اپنا مال مضاربت پر دیا ہے۔ اور اگر مالک نے دوسرے مضارب کو ضامن بنایا تو وہ (دوسری مضاربت کے) معاملہ کی وجہ سے پہلے مضارب سے اس ضمان کا مطالبہ کرے گا کیونکہ وہ پہلے مضارب کا عامل ہے جس طرح غاصب کے امین کا حکم ہے (کہ اگر اصل مالک امین سے ضمان لے گا تو وہ غاصب سے مطالبہ کرے گا) نیز دوسرے مضارب کو معاملہ کے ضمن میں پہلے مضارب کی جانب سے دھوکہ ملا ہے۔ اور ان دونوں کے درمیان مضاربت صحیح ہو جائے گی اور نفع ان کے مابین باہمی شرط کے مطابق ہوگا۔ اس لئے کہ پہلے مضارب پر ضمان کا ثابت ہونا ایسا ہے کہ گویا مالک نے پہلے مضارب کو ابتداء سے ضامن بنایا ہے۔ دوسری مضاربت کا نفع دوسرے مضارب کے لئے حلال ہے لیکن پہلے مضارب کے لئے حلال نہیں ہے اس لئے کہ دوسرا مضارب اپنے عمل کی وجہ سے نفع کا مستحق ہوا ہے اور

اس کے عمل میں کوئی ناجائز بات نہیں ہے جبکہ پہلا مضارب اپنی اُس ملکیت کی وجہ سے مستحق ہو رہا ہے جس کی نسبت ضمان کی ادائیگی ہے پس وہ ناجائز امر سے خالی نہیں ہے۔

مسئلہ:۔ علامہ قدوریؒ نے فرمایا: اگر مالک نے مضارب کو آدھے نفع کی شرط پر مضاربت پر مال دیا اور اسے اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ کسی دوسرے شخص کو مضاربت پر مال دے سکتا ہے۔ پھر اس مضارب نے دوسرے شخص کو تہائی نفع کی شرط پر مضاربت پر مال دے دیا۔ دوسرے مضارب نے کام کیا اور نفع حاصل ہوا۔ تو پس اگر اصل مالک نے پہلے مضارب سے یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ ہمیں عطا فرمائے گا وہ ہمارے درمیان آدھا آدھا ہو گا تو نفع میں سے مالک کو آدھا، دوسرے مضارب کو نفع کا تہائی اور پہلے مضارب کو نفع کا چھٹا حصہ ملے گا۔ صاحبِ ہدایہؒ نے فرمایا: اس لئے کہ اس صورت میں دوسرے شخص کو مضاربت پر دینا صحیح ہے کیونکہ مالک کی طرف سے اجازت حاصل ہے اور چونکہ مالک نے تمام نفع میں سے آدھے کی اپنے لئے شرط مقرر کی ہے تو پہلے مضارب کے لئے صرف آدھا نفع باقی رہے گا اور اس کے اس حصہ میں ہی اس کے تصرف کا اثر ہو گا۔ اب اس نے اپنے حصہ میں سے تمام نفع کا تہائی دوسرے مضارب کے لئے مقرر کر دیا ہے تو کل نفع کا تہائی دوسرے مضارب کے لئے ہو جائے گا اور پہلے مضارب کے لئے (تمام نفع کا) صرف چھٹا حصہ باقی رہے گا[1]۔ دونوں مضاربوں کے لئے اپنے اپنے حصہ کا نفع حلال ہے، اس

---

[1] کل نفع کے چھ حصے ہوں گے۔ ان میں سے تین حصے مالک کو ملیں گے (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

لئے کہ دوسرے مضارب کا عمل پہلے مضارب کے لئے ہے (تو گویا دونوں نے کام کیا) جیسے کسی نے کپڑا سلائی کی اجرت ایک روپیہ طے کی اور پھر دوسرے سے آدھے روپیہ کی اجرت پر کپڑا سلوالیا (تو دونوں کو آدھا آدھا روپیہ ملے گا اور دونوں کے لئے یہ حلال ہے)۔

مسئلہ:۔ اور اگر مالک نے پہلے مضارب سے یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ تمہیں دے وہ ہمارے درمیان آدھا آدھا ہوگا۔ تو دوسرے مضارب کو کل نفع کا تہائی ملے گا اور بقیہ دو تہائی پہلے مضارب اور مالک کے درمیان آدھا آدھا ہوگا۔ اس لئے کہ مالک نے پہلے مضارب کو سارا کام سونپ دیا اور اسے جو کچھ ملے اس کا آدھا اپنے لئے مقرر کیا۔ اس پہلے مضارب کو (کل نفع کا) دو تہائی ملا تو یہ دونوں کے درمیان آدھا آدھا ہوگا۔ پہلی صورت اس سے مختلف ہے کیونکہ اس میں مالک نے اپنے لئے کل نفع کا نصف مقرر کیا تھا، اس لئے ان دونوں صورتوں کا حکم جدا ہو گیا۔

اور اگر مالک نے یہ کہا تھا کہ "کسی بھی چیز کا جو نفع تمہیں ہو تو وہ میرے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا ہوگا" اور اس پہلے مضارب نے دوسرے مضارب کو نصف نفع کی شرط پر مال دے دیا تو نفع ہونے کے بعد دوسرے مضارب کو (کل نفع کا) آدھا ملے گا اور بقیہ آدھا پہلے مضارب اور مالک کے درمیان مشترک ہوگا۔ اس لئے کہ پہلے نے دوسرے کے لئے نصف نفع کی

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا) کیونکہ یہ کل نفع کا آدھا ہے۔ دو حصے دوسرے مضارب کو ملیں گے کیونکہ یہ کل مال کا تہائی (تیسرا حصہ) ہے۔ باقی ایک حصہ پہلے مضارب کو ملے گا جو کہ کل نفع کا چھٹا حصہ ہے۔

شرط مقرر کی ہے اور مالک کی طرف سے اُسے اس کی اجازت ہے، اس لئے یہ پہلا مضارب صرف نصف نفع کا مستحق ہوگا اور مالک نے پہلے مضارب کے نفع کا نصف اپنے لئے مقرر کیا ہے اور پہلے مضارب کو صرف نصف نفع ملا ہے اس لئے یہ نصف دونوں میں مشترک ہوگا۔

اور اگر مالک نے اس سے یہ کہا تھا کہ جو کچھ اللہ تعالیٰ تجارت میں نفع دے تو اس کا نصف میرے لئے ہوگا یا یہ کہا تھا کہ جو کچھ نفع وفائدہ ہوگا وہ میرے اور تمہارے درمیان آدھا آدھا ہوگا اور پہلے مضارب نے دوسرے مضارب کو نصف نفع کی شرط پر مال دیا تھا تو ان دونوں صورتوں میں مالک کو آدھا نفع ملے گا اور بقیہ آدھا دوسرے مضارب کو ملے گا اور پہلے مضارب کو کچھ نہیں ملے گا۔ اس لئے کہ مالک نے "جو کچھ نفع ہو" اس کا آدھا اپنے لئے مقرر کیا ہے تو پہلے مضارب کی یہ شرط کہ "دوسرے مضارب کے لئے آدھا نفع" اسی پہلے مضارب کے حصّے میں اثر انداز ہوگی (اور اس کا حصّہ آدھا نفع تھا) تو یہ آدھا دوسرے مضارب کو مل جائے گا اور پہلے مضارب کو کچھ نہیں ملے گا۔ جیسے کسی نے ایک شخص سے ایک روپیہ اجرت کپڑا سلائی مقرر کی اور پھر اسی نے دوسرے کو ایک روپیہ اجرت پر کپڑا سینے کے لئے دے دیا (تو اسے کچھ نہیں ملے گا اور دوسرے کو ایک روپیہ مل جائے گا)۔

اگر پہلے مضارب نے دوسرے مضارب کے لئے دو تہائی نفع کی شرط مقرر کی (اور مالک کے لئے کل نفع کے آدھے کی شرط ہے) تو اس صورت میں مالک کو کل مال کا آدھا نفع ملے گا اور بقیہ آدھا دوسرے مضارب کو ملے

گا نیز پہلا مضارب دوسرے مضارب کے لئے کل نفع کے چھٹے حصہ کا ضامن[1] ہوگا (تاکہ دوسرے مضارب کے لئے دو تہائی پورا ہو جائے) کیونکہ پہلے مضارب نے دوسرے کے لئے ایسی چیز کی شرط مقرر کی جو کہ مالک کا حق ہے تو وہ مالک کے حق میں نافذ نہیں ہوگی کیونکہ اس سے مالک کا حق باطل ہوتا ہے لیکن چونکہ دو تہائی نفع مقرر کرنا صحیح ہے کیونکہ جس معاملہ کا پہلا مضارب مالک ہے اس میں یہ مقررہ مقدار معلوم ہے (اس میں ابہام نہیں ہے) اور خود دوسرے مضارب کے لئے نفع کی سلامتی کا ضامن بھی بنا ہے (یعنی خود ادا کرنے کا وعدہ کیا ہے) اس لئے اسے پورا کرنا اس پر لازم ہے۔ نیز پہلے مضارب نے دوسرے کو معاملہ کے ضمن میں دھوکہ دیا (کہ مالک کا حصہ بھی اس کے لئے مقرر کر دیا) اور دھوکہ دینا مطالبہ کرنے کا سبب ہے اس لئے دوسرا مضارب اپنے حصہ کے لئے پہلے مضارب سے رجوع کرے گا اور یہ اس مسئلہ کی نظیر ہے کہ ایک شخص نے ایک روپیہ اجرت پر کپڑا سینے کے لئے لیا اور دوسرے کو ڈیڑھ روپیہ اجرت پر کپڑا سینے کے لئے دے دیا (تو یہ شخص کپڑے والے سے ایک روپیہ لے گا اور جس سے اس نے سلوایا ہے اسے ڈیڑھ روپیہ دے گا یعنی آدھا روپیہ اپنی طرف سے۔ کیونکہ اس نے خود یہ مقرر کیا ہے۔ کپڑے والے سے نہیں لے سکتا کیونکہ اس سے ایک روپیہ مقرر کیا تھا)۔

---

[1] مثلاً نفع چھ روپے ہوا۔ اس کا آدھا تین روپے اور دو تہائی چار روپے ہے۔ تین روپے مالک نے لے لئے اور بقیہ تین روپے دوسرے مضارب کو ملے لیکن اس کا حصہ چار روپے تھا یعنی ایک روپیہ کم ملا اور ایک روپیہ کل نفع کا چھٹا حصہ ہے اس لئے یہ چھٹا حصہ پہلا مضارب دوسرے مضارب کو دے گا۔

فصل

مسئلہ:۔ اگر مضارب نے مالک کے لئے تہائی نفع اور مالک کے غلام کے لئے تہائی نفع بشرطیکہ غلام مضارب کے ساتھ کام کرے اور اپنے لئے بھی تہائی نفع مقرر کیا تو یہ جائز ہے۔ (غلام کا عمل اگرچہ اس کے آقا کا عمل ہوتا ہے اور جو مال غلام کو ملتا ہے وہ آقا کا ہو جاتا ہے اور مالک کے عمل کی شرط لگانا مضاربت میں صحیح نہیں ہے لیکن یہاں جواز) اس لئے کہ بعض اوقات غلام کا قبضہ بھی معتبر ہوتا ہے خاص کر جب آقا اسے تجارت وغیرہ کی اجازت دے (تو اس کی مستقل حیثیت ہو جاتی ہے) اور یہاں (مضارب کی طرف سے) غلام کے عمل کی شرط لگانا (اور آقا کا اس شرط کو قبول کرنا) غلام کو اجازت دینا ہے۔ اسی (قبضہ کے معتبر ہونے کی) وجہ سے آقا اس چیز کو امین سے نہیں لے سکتا جو اس کے غلام نے امین کے پاس امانت رکھوائی ہے اگرچہ غلام پر (تجارت وغیرہ کی) پابندی لگی ہوئی ہو۔ اور اسی وجہ سے آقا اپنے اُس غلام سے خرید و فروخت کر سکتا ہے جسے اس نے اجازت دے رکھی ہو۔ جب یہ بات ہے (کہ غلام کی مستقل حیثیت ہے) تو غلام کے عمل کی شرط لگانا سرمایہ حوالہ کرنے اور سرمایہ و مضارب کے درمیان یکسوئی ہونے میں رکاوٹ نہیں ہے۔ لیکن مالک کے عمل کی شرط لگانے کا حکم مختلف ہے (کہ یہ شرط لگانا صحیح نہیں ہے) کیونکہ یہ شرط سرمایہ حوالہ کرنے میں رکاوٹ ہے جیسا کہ اس کی

بحث پہلے گزر چکی ہے۔ اور جب مضاربت صحیح ہو گئی تو شرط کی وجہ سے مضارب کے لئے نفع کا ایک تہائی اور آقا کے لئے دو تہائی ہوں گے۔ اس لئے کہ جب غلام مقروض نہ ہو تو غلام کی کمائی آقا کی ہوتی ہے اور اگر وہ مقروض ہو تو اس کی کمائی قرضداروں کے لئے ہوتی ہے۔ یہ تمام حکم اس وقت ہے جب آقا خود یہ معاملہ طے کرے۔

اور اگر اجازت یافتہ غلام کسی اجنبی سے مضاربت کا معاملہ طے کرے اور اپنے آقا کے عمل کی شرط لگائے (کہ میرا آقا بھی کام کرے گا) تو یہ معاملہ صحیح نہیں ہے بشرطیکہ غلام مقروض نہ ہو۔ اس لئے کہ اصل میں یہ شرط مالک کے عمل کی شرط ہے (جو کہ صحیح نہیں ہے) اور اگر غلام مقروض ہو تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ شرط لگانا صحیح ہے۔ اس لئے کہ اب غلام امام صاحبؒ کے نزدیک (آقا سے) اجنبی کی طرح سے ہے جیسا کہ یہ مسئلہ (ماذون کی بحث میں معروف ہے)۔

(فصل: فی العزل والقسمۃ)

مضارب کو معزول کرنا اور نفع تقسیم کرنا

مسئلہ:۔ مالک یا مضارب مرجائے تو مضاربت باطل ہو جاتی ہے۔ اس لئے کہ یہ وکیل بنانے کا عمل ہے جیسا کہ اس کی وضاحت پہلے گزری۔ (یہاں مالک موکل اور مضارب وکیل ہوتا ہے) اور موکل کی موت سے وکالت

باطل ہو جاتی ہے اسی طرح وکیل کی موت سے بھی۔ اور وکالت وارثوں میں منتقل نہیں ہوتی اس کی دلیل پہلے (یعنی وکالت کی بحث میں) گزر چکی ہے۔

معاذ اللہ اگر مالک مرتد ہو جائے اور کافروں کے ملک میں مستقل طور پر چلا جائے تو مضاربت باطل ہو جائے گی۔ اس لئے کہ کافروں کے ملک میں مستقل چلا جانا (حکم کے اعتبار سے) موت کی طرح ہے۔ کیا آپ نے اس مسئلہ پر غور نہیں کیا کہ اس کے بعد اس کا مال اس کے وارثوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے۔ مرتد ہونے کے بعد کافروں کے ملک میں جانے سے پہلے امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک اس کے مضارب کے تصرّفات (یعنی لین دین وغیرہ) موقوف ہوں گے۔ اس لئے کہ مضارب مالک کے لئے تصرّف کرتا ہے تو گویا مرتد خود تصرّف کر رہا ہے (اور کافروں کے ملک میں جانے سے پہلے مرتد کے تصرّفات موقوف ہوتے ہیں)۔ اگر مضارب مرتد ہو جائے تو مضاربت اپنے حال پر باقی رہتی ہے۔ اس لئے کہ مرتد کے عاقل و بالغ ہونے کی وجہ سے اس کے لین دین کا عمل صحیح ہے (اور موقوف اس لئے نہیں ہوگا کہ یہ مالک کے لئے کام کر رہا ہے) اور چونکہ مالک مسلمان ہے اس لئے مالک کی ملکیت کی وجہ سے یہ تصرّفات موقوف نہیں ہوئے تو مضاربت اپنے حال پر باقی رہی۔

مسئلہ:۔ اگر مالک نے مضارب کو معزول کر دیا اور مضارب کو اس کا علم نہیں ہوا یہاں تک کہ اس نے خرید و فروخت بھی کی تو اس کا یہ تصرّف جائز ہے (اور یہ مضاربت میں شمار ہوگا) اس لئے کہ مضارب مالک کی طرف سے وکیل ہے اور وکیل کی قصداً معزولی اس کے علم پر موقوف ہے (اس لئے علم سے

پہلے وہ مضارب رہے گا)۔ اور اگر اسے اپنے معزول ہونے کا علم ہو جائے اور اس وقت سرمایہ سامان کی شکل میں ہے تو مضارب اسے فروخت کر سکتا ہے اور معزولی اس میں رکاوٹ نہیں ہے۔ اس لئے کہ مضارب کا نفع میں حق ثابت ہو گیا ہے اور اس کا ظہور تقسیم سے ہوگا اور تقسیم کے لئے ضروری ہے کہ سرمایہ موجود ہو (تاکہ نفع کا پتہ چلے) اور سرمایہ سامان کو فروخت کرنے ہی سے حاصل ہوگا۔

مسئلہ:۔ اس کے بعد پھر یہ جائز نہیں ہے کہ اس سامان کی قیمت سے کوئی دوسری چیز خریدے۔ اس لئے کہ سرمایہ معلوم کرنے کی ضرورت کی وجہ سے معزولی نے خرید و فروخت کی ممانعت میں عمل نہیں کیا تھا اور جب وہ نقد ہو گیا تو ضرورت پوری ہو گئی پس اب معزولی اپنا اثر دکھائے گی۔ اگر مالک نے مضارب کو معزول کیا اور اس وقت سرمایہ نقد شکل دراہم یا دنانیر کی صورت میں ہے تو مضارب کے لئے اب اس میں تصرّف کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ یہاں معزولی کا اثر ظاہر ہونے میں مضارب کا حقِ نفع باطل نہیں ہوتا۔ اس لئے معزولی کے اثر کو چھوڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔

علامہ قدوریؒ نے فرمایا کہ یہ مذکورہ حکم اس وقت ہے جب نقد رقم سرمایہ کی جنس سے ہو۔ اگر اس طرح نہ ہو یعنی نقد رقم دراہم کی صورت میں ہو اور سرمایہ دینار کی صورت میں تھا یا اس کے برعکس ہو تو مضارب اسے فروخت کر کے سرمایہ کی جنس میں کر سکتا ہے[1] اور یہ حکم استحسان سے ثابت ہے۔

---

[1] پہلے زمانہ میں دو سکّے رائج تھے یعنی چاندی کے دراہم اور سونے کے (بقیہ اگلے صفحہ پر)

اس لئے کہ نفع اسی صورت میں ظاہر ہوگا (کہ اصل سرمایہ کی شکل واپس آئے) اور سرمایہ جن سکوں میں تھا ان سے مختلف سکّے سامان کے حکم میں ہو جائیں گے (اور انہیں معزولی کے بعد فروخت کرنا جائز ہوگا) یہی حکم اس صورت میں بھی ہے کہ مالک کی وفات ہو جائے اور سرمایہ سامان وغیرہ کی شکل میں ہو (تو اسے فروخت کر کے سرمایہ کی شکل میں لانا جائز ہے)۔

مسئلہ:۔ اور جب (مضاربت ختم ہو کر) دونوں میں جدائی ہو جائے اور مضاربت کا کچھ مال لوگوں پر قرض ہو اور مضارب کو نفع بھی ہوا ہو تو حاکم مضارب کو قرضوں کی وصولی پر مجبور کرے گا۔ اس لئے کہ مضارب مزدور کی مانند اور نفع اس کی اجرت کی مانند ہے (اس لئے اسے پورا کام کرنے پر مجبور کیا جائے گا اور قرضوں کی وصولی بھی اس میں داخل ہے)۔ اور اگر مضارب کو نفع نہیں ہوا تو مضارب پر قرضوں کی وصولیابی لازم نہیں ہے۔ اس لئے کہ مضارب خالص وکیل ہے اور (نفع نہ ہونے کی وجہ سے اس کا عمل تبرّع و احسان ہو گیا اور) متبرّع یعنی احسان کرنے والے کو اس کے کئے ہوئے احسان کی تکمیل پر مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ قرضوں کی وصولی کے لئے اس سے کہا جائے گا کہ "برائے وصولی قرضہ جات"

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) دینار۔ آج کل اس طرح نہیں ہے بلکہ کرنسی نوٹ رائج ہیں۔ اس لئے اب حکم یہ ہے کہ نقد رقم میں سرمایہ لے آئے۔ ہاں اگر مختلف ممالک کی کرنسی ہو مثلاً مالک نے پاکستانی روپیہ مضارب کو دیا اس نے تجارت وغیرہ کی اور آخر میں سامان فروخت کر کے مثلاً سعودی ریال میں رقم حاصل کر لی تو اب اس کے لئے جائز ہے کہ ریال کو روپیوں میں بدل لے تاکہ نفع ظاہر ہو کیونکہ ریال اور روپے کی قیمت میں فرق ہے جس طرح درہم و دینار کی قیمت میں فرق ہے۔

مالک کو اپنا وکیل بناؤ، اس لئے کہ معاملہ مضارب نے کیا تھا (لوگ لین دین میں اسی کو جانتے ہیں اس لئے) معاملہ کے حقوق و احکام اسی کی طرف لوٹیں گے (اور اس نے کام چھوڑ دیا) تو ضروری ہے کہ وہ کسی دوسرے کو اپنا وکیل بنائے (تاکہ معاملات پورے ہو سکیں)، مالک کا وکیل بننا اس لئے ہے تاکہ اس کا حق ضائع نہ ہو۔

امام محمدؒ نے جامع صغیر میں اس مسئلہ کے بارے میں فرمایا کہ مضارب سے کہا جائے گا کہ تم ضامن بناؤ یعنی انہوں نے وکیل بنانے کا لفظ نہیں فرمایا۔ صاحبِ ہدایہؒ تطبیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ضامن بنانے سے مراد وکیل بنانا ہی ہے۔ یہی تفصیل و حکم تمام وکیلوں اور دلالوں اور ایجنٹوں کا ہے کہ انہیں قرض کی وصولی پر مجبور کیا جائے گا۔ اس لئے کہ عادت (و عام قاعدہ) ہے کہ یہ لوگ معاوضہ پر کام کرتے ہیں۔

مسئلہ:۔ مضاربت کے مال میں سے جو کچھ مال ضائع ہوگا اس کا نفع میں سے حساب کیا جائے گا اصل سرمایہ میں سے نہیں (یعنی پہلے سرمایہ پورا کریں گے، خسارہ کو سرمایہ میں سے نہیں کاٹیں گے)۔ اس لئے کہ نفع تابع و ثانوی چیز ہے اور خسارہ و ضیاع کو تابع کی طرف پھیرنا زیادہ بہتر ہے جیسا کہ زکوٰۃ کے باب میں نصاب سے زائد مال میں سے اگر کچھ مال ضائع ہو جائے تو اس ضیاع کو نصاب میں سے نہیں کاٹا جاتا ہے بلکہ نصاب سے زائد جو حصہ معاف ہے اس میں سے کاٹا جاتا ہے[1]۔ اگر خسارہ نفع سے بڑھ جائے تو مضارب پر

---

[1] مثلاً پانچ اونٹوں پر ایک بکری واجب ہے اور نو اونٹوں تک یہی حکم (بقیہ اگلے صفحہ پر)

ضمان (تاوان) نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ امین ہے (اور امانت اگر کسی وجہ سے ضائع ہو جائے تو امین پر تاوان نہیں آتا)۔ اگر دونوں مالک و مضارب نفع تقسیم کر رہے تھے اور مضاربت کو فسخ نہیں کیا تھا۔ پھر اس دوران مضاربت کا کچھ حصہ یا سارا مال ضائع ہو گیا تو دونوں نفع واپس لوٹائیں گے اس حد تک کہ مالک کو سرمایہ پورا مل جائے۔ اس لئے کہ نفع کی تقسیم سرمایہ حاصل ہونے سے پہلے صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ سرمایہ اصل ہے اور نفع کی بنیاد اسی پر ہے اور نفع اس کا تابع ہے۔ پس جب مضارب کے پاس جو سرمایہ امانت تھا وہ ضائع ہو گیا تو یہ واضح ہو گیا کہ ان دونوں نے جو نفع تقسیم کر کے وصول کیا ہے وہ سرمایہ میں سے ہے چنانچہ مضارب نے جو کچھ حاصل کیا ہے اس کا ضامن ہو گا اس لئے کہ اس نے اپنا نفع اس میں سے لیا تھا۔ اور جو کچھ مالک نے نفع حاصل کیا اسے اس کے سرمایہ میں سے شمار کیا جائے گا۔

اور جب پورا سرمایہ حاصل ہو جائے اور پھر کچھ مال بچ جائے تو وہ ان دونوں کے درمیان مشترک ہو گا، اس لئے کہ وہ نفع ہے اور اگر سرمایہ کم ہو جائے (یعنی حاصل شدہ نفع سے سرمایہ کی تکمیل نہ ہو) تو مضارب پر اس کا تاوان نہیں آئے گا، اسی وجہ سے جو ہم نے بیان کی (کہ وہ امین ہے)۔

اگر نفع تقسیم کر لیا اور مضاربت کو فسخ یعنی ختم کر دیا پھر دوبارہ نیا

(پچھلے صفحہ کا بقیہ حاشیہ) حکم ہے۔ اگر سال ختم ہونے سے پہلے نو میں سے چار اونٹ مر گئے اور پانچ رہ گئے تب بھی بکری واجب ہو گی کیونکہ نصاب پورا ہے۔ ان چار اونٹوں کو معافی کی مقدار میں سے شمار کیا جائے گا۔

مضاربت کا معاملہ کیا اور مال ضائع ہو گیا تو پچھلے نفع کو واپس نہیں لوٹائیں گے۔ اس لئے کہ پہلی مضاربت کی تکمیل ہو کر انتہا ہو گئی اور دوسری مضاربت نیا معاملہ ہے۔ تو دوسرے معاملہ میں مال کے ضائع ہونے سے پہلے معاملہ کے تکمیل شدہ احکام کا لوٹنا واجب نہیں ہے۔ جیسے اگر مالک مضارب کو دوسرا مال دے (اور پہلے مال کی مضاربت ختم ہو کر تقسیم ہو گئی ہو تو دوسرا مال ضائع ہونے کی صورت میں پہلے مال پر کچھ اثر نہیں پڑے گا)۔

(فصل فیما یفعلہ المضارب)

مضارب کے کام اور تصرفات

مسئلہ :- مضارب نقد و ادھار دونوں طرح خرید و فروخت کر سکتا ہے۔ اس لئے کہ یہ دونوں باتیں تاجروں کے عمل و رواج میں داخل ہیں تو بلا قید معاملہ اس کو بھی شامل ہو گا۔ لیکن مالک نے اگر ادھار کے لئے ایسی مدّت مقرر کی کہ تاجر اکثر اتنی مدّت پر ادھار فروخت نہیں کرتے تو مضارب کے لئے اتنی مدّت کے لئے ادھار فروخت کرنا جائز نہیں ہے۔ اس لئے کہ اسے تجارت کے اس کام کی اجازت ہے جو تاجروں میں مشہور و عام ہے۔ اسی لئے وہ عام سواری تو خرید سکتا ہے لیکن جہاز (اور قیمتی سواری) نہیں خرید سکتا (کیونکہ تاجر عام طور پر اس طرح نہیں کرتے) ہاں وہ تاجروں کی عادت کے موافق ضرورت پڑنے پر جہاز وغیرہ کرایہ پر لے سکتا ہے۔ مضاربت کے مال میں

اگر غلام ہو تو مشہور روایت کے مطابق اسے تجارت کرنے کی اجازت دے
سکتا ہے کیونکہ یہ بھی تاجروں میں رائج ہے (آج کل ملازم و مزدور رکھ کر ان
سے کام کروا سکتا ہے اور ان کی اجرت اور ان کے عمل سے حاصل ہونے
والا نفع سب مضاربت میں سے ہوگا)۔ اگر پہلے نقد بیع کی پھر قیمت (وصول
کرنے کے بجائے اس) کو مؤخر (یعنی ادھار) کر دیا تو بالاجماع یہ جائز ہے۔
امام ابو حنیفہؒ و امام محمدؒ کے نزدیک اس لئے جائز ہے کہ وکیل کو اس طرح کرنے
کی اجازت ہے تو مضارب کو بدرجۂ اولیٰ اس کی اجازت ہوگی۔ لیکن (وکیل و
مضارب میں کچھ فرق ہے کہ اگر خریدار نے قیمت ادا نہیں کی تو) مضارب
ضامن نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ مضارب کو یہ بھی اختیار ہے کہ سودا پورا ہونے
اور قیمت وصول کرنے کے بعد اسے ختم کر دے یعنی چیز وصول کر کے اس کی
قیمت خریدار کو واپس کر دے، پھر اسی کے بعد وہی چیز ادھار فروخت کر دے۔
جبکہ وکیل کی حیثیت ایسی نہیں ہے یعنی وہ ضامن ہوگا کیونکہ وہ مذکورہ بالا تصرفات
نہیں کر سکتا۔ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس لئے جائز ہے کہ مضارب
کو سودا فسخ کرنے پھر ادھار فروخت کرنے کا اختیار ہے جب کہ وکیل کا حکم
اس سے مختلف ہے کہ اسے فسخ کرنے کا اختیار نہیں ہے (ان دونوں وجوہ
میں یہ فرق ہے کہ طرفین نے مضارب کو وکیل پر قیاس کیا اور امام ابو یوسفؒ
نے وکیل پر قیاس نہیں کیا)۔

مسئلہ:۔ اگر خریدار نے قیمت کی ادائیگی کسی دوسرے کے ذمہ کر دی
اور مضارب نے اسے قبول کر لیا تو یہ جائز ہے خواہ وہ دوسرا شخص تنگدست

ہو یا صاحب وسعت ۔ اس لئے کہ تاجروں میں یہ عمل بھی رائج ہے (کہ ایک کے ذمہ کی رقم دوسرے سے وصول کرتے ہیں)۔ وصی کا حکم اس سے مختلف ہے کہ اگر وہ یتیم کا مال فروخت کرے اور اس کی قیمت خریدار سے وصول نہ کرے بلکہ خریدار جس کے ذمہ کرے اس سے وصول کرے تو اس میں فائدہ کی رعایت ضروری ہے (یعنی وہ دوسرا شخص صاحب وسعت اور ادا کرنے والا ہونا چاہیئے۔ اگر تنگدست کی ذمہ داری قبول کی تو وصی ضامن ہوگا)۔ اس لئے کہ وصی کا تصرّف و عمل یتیم کے فائدہ و ہمدردی کے ساتھ مشروط ہے۔

اصول یہ ہے کہ مضارب کے افعال کی تین قسمیں ہیں۔

ایک[۱] قسم وہ ہے کہ مضاربت کے معاملہ کی وجہ سے مضارب کو ان تصرّفات کی اجازت ہے۔ اور یہ تصرّفات وہی ہیں جو مضاربت کے باب میں سے ہیں اور جو ان کے توابع ہیں جنہیں ہم نے ذکر کر دیا ہے اور انہی میں سے خرید و فروخت کے لئے وکیل بنانا ہے کیونکہ اس کی ضرورت ہے، اور گروی رکھنا اور رکھوانا بھی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ مال کی ادائیگی اور وصولی ہوتی ہے۔ اور کرایہ پر دینا، کرایہ پر لینا، امانت رکھوانا، بلا معاوضہ کام کروانا اور سفر کرنا بھی انہی تصرفات میں سے ہے جیسا کہ ہم نے اسے پہلے ذکر کیا ہے۔

دوسری[۲] قسم وہ ہے کہ جس کے تصرّفات کا اسے صرف مضاربت کے معاملہ کی وجہ سے اختیار حاصل نہیں ہوتا لیکن جب مالک اس سے کہتا ہے کہ اپنی رائے سے کام کر تو اس کو ان امور کا اختیار حاصل ہو جاتا ہے۔

یہ وہ تصرّفات ہیں جن میں پہلی قسم کے ساتھ حکم میں ملنے کا احتمال ہوتا ہے تو جب اس کی دلالت ہوگی تو انہیں پہلی قسم کے ساتھ ملا دیا جائے گا۔ اور وہ تصرّفات مثلاً مضاربت پر دوسرے کو مال دینا یا دوسرے کو شریک بنانا اور مضاربت کے مال کو اپنے یا دوسرے کے مال کے ساتھ ملانا۔ اس لئے کہ مالک مضارب کو اپنا شریک بنانے پر راضی ہوا ہے دوسرے کو شریک بنانے پر راضی نہیں ہوا۔ اور دوسرے کو شریک وغیرہ بنانا ایک عارضی کام ہے، تجارت اس پر موقوف نہیں ہے۔ اس لئے یہ تصرّفات معاملہ کی وجہ سے اجازت ہونے میں شامل نہیں ہیں لیکن یہ تصرّفات مال میں اضافہ کا ایک سبب ہیں۔ اس وجہ سے یہ تصرفات مضاربت کے معاملہ کے موافق ہیں تو مضاربت کے معاملہ کی وجہ سے اجازت ہونے میں دلالت کے وقت داخل ہوں گے اور مالک کا یہ کہنا کہ "اپنی رائے سے عمل کرو" اس پر دلیل ہے۔

تیسری[۳] قسم ان تصرّفات کی ہے جن کی اجازت نہ تو مضاربت کے معاملہ کی وجہ سے ہے اور نہ اس قول سے کہ "اپنی رائے سے کام کرو" مگر یہ کہ مالک اس کی صریح اجازت دیدے۔ اور وہ تصرّف استدانہ ہے یعنی (تمام سرمایہ کے ذریعہ مال خریدنے کے بعد) اُدھار پر مزید مال خریدے یا اس کے جیسے دوسرے تصرّفات کرے۔ (جن میں کہ سرمایہ کی مقدار سے زائد سامان حاصل کر لیا جائے) ان تصرّفات کی اجازت معاملہ یا اس کی دلالت کی وجہ سے اس لئے نہیں ہے کہ ان تصرّفات میں مال اس مقدار سے بڑھ جاتا ہے جس مقدار پر مضاربت منعقد ہوئی تھی تو (ممکن ہے کہ) مالک اس اضافہ

پر راضی نہ ہو اور اپنے ذمہ قرض نہ لے (اس لیئے اس تصرّف کے لیئے صریح اجازت ضروری ہے)، اور اگر مالک استدانہ (قرض لینے) کی اجازت دے تو ادھار خریدا ہوا مال شرکتِ وجوہ کی طرح دونوں میں آدھا آدھا ہوگا۔ (ان تصرّفات میں سے) سُفتجہ[1] لینا بھی ہے، کیونکہ یہ بھی قرض لینے کی ایک قسم ہے اور سفتجہ دینا کیونکہ یہ قرض دینا ہے، مال کے عوض یا بغیر مال کے غلام آزاد کرنا اور غلام کو مکاتَب بنانا کیونکہ یہ تینوں تصرّفات تجارت کی انواع نہیں ہیں اور قرض دینا، تحفہ دینا اور صدقہ کرنا بھی، کیونکہ یہ سب خالص احسان ہیں۔ (اس لیئے ان مذکورہ تصرّفات کے لیئے مالک کی صریح اجازت ضروری ہے)۔

مسئلہ: مضاربت کے مال کے غلام اور باندی کی شادی نہ کرائے۔ امام ابو یوسفؒ سے ایک روایت ہے کہ مضارب باندی کی شادی کرا سکتا ہے کیونکہ یہ بھی مال کمانے کی ایک قسم ہے۔ کیا آپ اس طرف خیال نہیں کرتے کہ مضارب کو باندی کی شادی کا مہر ملے گا اور باندی کا خرچہ اس پر نہیں رہے گا (نیز جو بچے پیدا ہوں گے وہ مالِ مضاربت کے غلام ہوں گے)۔ طرفین یعنی امام ابوحنیفہؒ و امام محمدؒ فرماتے ہیں کہ یہ کام تجارت میں داخل نہیں

---

[1] کسی شخص کو ایک شہر میں مال یا رقم دی جائے اور دوسرے شہر میں اس کے وکیل وغیرہ سے اتنی مقدار کا مال یا رقم لے لی جائے۔ تاکہ راستہ میں مال ضائع ہونے یا چوری ہو جانے سے محفوظ ہو جائے۔ آج کل یہ ہُنڈی کا کاروبار کہلاتا ہے یا بینکوں کے ذریعہ ڈرافٹ یا دوسری شکلوں میں رقوم بھیجی جاتی ہیں۔

ہے اور جب تجارت کا معاملہ ہو تو اس میں صرف تجارتی انواع کی انجام دہی کے لئے وکیل بنانا ہوتا ہے (تجارت کے علاوہ دوسرے تصرّفات اس میں شامل نہیں ہوتے) اور یہ شادی کرانے کا تصرّف مکاتب بنانے اور مال کے عوض آزاد کرنے کی طرح ہو گیا کیونکہ بیشک ان دونوں صورتوں میں بھی مال کمانا ہوتا ہے، لیکن جب یہ دونوں تصرّفات تجارت کی انواع میں داخل نہیں ہیں تو مضاربت کے معاملہ میں بھی یہ داخل نہیں ہوئے، اسی طرح یہ یعنی شادی کرانے کا تصرّف ہے (تو اس کے لئے بھی صریح اجازت ضروری ہے)۔

مسئلہ:۔ اگر مضارب نے مضاربت کے مال میں سے مالک کو مدد کے لئے مال دیا۔ اور مالک نے اس سے خرید و فروخت کی تو یہ (خرید و فروخت) مضاربت میں شمار ہوگی۔ امام زفرؒ فرماتے ہیں کہ مضاربت فاسد ہو جائے گی اس لئے کہ مالک اپنے ہی مال میں تصرّف کر رہا ہے اور وہ اپنے مال میں وکیل نہیں بن سکتا، تو اس طرح وہ مال واپس لینے والا ہو گیا (اور مالک جب کچھ مال واپس لے لے تو مضاربت فاسد ہو جاتی ہے) اور اسی وجہ سے اگر مالک ابتدا میں ہی اپنے عمل کی شرط لگا لے تو مضاربت صحیح نہیں ہوتی۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ (اصل میں) مال اور مضارب کے درمیان یکسوئی پوری ہو چکی ہے اور (مضاربت منعقد ہو کر) اس میں تصرّف مضارب کا حق ہو گیا ہے پس اب تو مالک کوئی تصرّف کرنے میں مضارب کا وکیل بن سکتا ہے اور مالک کو مدد کے لئے مال دینا اسے وکیل بنانا ہے، تو یہ عمل مال واپس لینا نہیں ہوگا۔ (امام زفرؒ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ) ابتداء سے مالک کے عمل کی شرط لگانے

کی حیثیت اس سے مختلف ہے کیونکہ یہ شرط مال و مضارب کے درمیان یکسوئی میں رکاوٹ ہے (اور اس کے بغیر مضاربت منعقد نہیں ہوگی اس لئے اس شرط سے مضاربت فاسد ہو جائے گی) نیز اگر مضارب مالک کو مضاربت پر مال دے تو اس کی حیثیت بھی اس سے مختلف ہوگی کہ وہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے کہ مضاربت میں مالک کے مال اور مضارب کے عمل کے درمیان شرکت ہوتی ہے اور (اگر مضارب اپنے مالک کو مضاربت پر مال دے گا تو وہ گویا مالک بنے گا) حالانکہ یہاں مضارب کے پاس اپنا کوئی مال نہیں ہے۔ اور اگر ہم اسے جائز قرار بھی دیں تو قلبِ موضوع ہو جائے گا (یعنی اصل مالک مضارب ہو جائے گا اور اصل مضارب مالک بن جائے گا) تو جب یہ واضح ہو گیا کہ یہ دوسری مضاربت صحیح نہیں ہے تو صرف مضارب کے حکم سے مالک کا عمل باقی رہے گا اور پہلی مضاربت باطل نہیں ہوگی۔

مسئلہ:۔ اگر مضارب اپنے شہر میں کام کرے تو اس کا خرچہ مالِ مضاربت میں سے نہیں لیا جائے گا۔ اور اگر (تجارت کے لئے) سفر کرے تو اس کے کھانے پینے، کپڑے اور سواری یعنی سواری خریدنے اور اس کے کرایہ کا خرچہ مضاربت کے مال میں سے لیا جائے گا۔ ان دونوں صورتوں میں فرق کی وجہ یہ ہے کہ خرچہ (کسی ایک کام کے لئے) بندھ جانے اور کسی پابندی کی وجہ سے واجب ہوتا ہے جیسے قاضی کا خرچہ (کہ اسے مسلمانوں کی ضروریات کے لئے پابند کر لیا جاتا ہے اور وہ کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتا) اور بیوی کا خرچہ (کہ بیوی شوہر کی خدمت کی پابند ہوتی ہے، وہ کوئی دوسرا کام نہیں کر سکتی)۔

اور مضارب جب اپنے شہر میں ہوتا ہے تو وہ اپنی مستقل رہائش کی وجہ سے ہوتا ہے (مضاربت کی وجہ سے پابند نہیں ہوتا) اور جب (تجارتی) سفر کرتا ہے تو وہ مضاربت کی وجہ سے (وہاں رہنے کا) پابند ہو جاتا ہے، پس وہ مالِ مضاربت میں سے خرچہ کا مستحق ہوگا۔ یہ حکم ملازم (نوکر) کے حکم سے مختلف ہے (یعنی اگر وہ ملازمت کے کام کے لئے سفر کرے تو اس کا خرچہ اسی کے ذمہ ہوگا) کیونکہ وہ اپنے عمل کے بدلہ اور عوض کا ضرور مستحق ہے (خواہ اس کے کام میں نفع ہو یا نقصان) اس لئے اپنے مال میں سے خرچہ برداشت کرنے سے اسے ضرر نہیں پہنچے گا جبکہ مضارب کو تو صرف تجارت کا نفع ملتا ہے اور اس کے حصول میں تردّد ہوتا ہے (کہ تجارت میں نفع ہوگا یا نہیں)۔ نیز مضاربتِ فاسدہ کا حکم بھی صحیح مضاربت سے مختلف ہے (کہ اس میں بھی مضارب کو سفر کا خرچہ نہیں ملے گا) کیونکہ وہ بھی اب ملازم کے حکم میں ہے اور بضاعت (بلا عوض کام کروانے) کا حکم بھی اس سے مختلف ہے (کہ اس میں بھی خرچہ نہیں ملے گا) کیونکہ وہ کام کرنے والا (خود) تبرّع واحسان کر رہا ہے، (دوسرے نے اسے پابند نہیں کیا)۔

مسئلہ:۔ سفر سے واپس اپنے شہر میں آنے کے بعد مضارب کے پاس سفر کا خریدا ہوا کھانا وغیرہ بچ جائے تو مضارب اسے مضارب کے مال میں دوبارہ ملا دے۔ کیونکہ اب اس کا خرچ لینے کا حق ختم ہو گیا۔

اگر مضارب مسافتِ قصر[1] سے کم تجارت کے لئے سفر کرتا ہے یعنی

---

[1] یعنی اتنی مسافت کا سفر جس میں نماز قصر کرنے کی اجازت ہے۔

اگر اتنا سفر کرتا ہے کہ صبح جاتا ہے اور شام کو اپنے گھر واپس آجاتا ہے اور رات اپنے اہل وعیال میں گزارتا ہے تو وہ (مسافر نہیں بلکہ) شہری کے حکم میں ہوگا (یعنی اس کے سفر کا خرچہ مضاربت کے مال میں سے نہیں لیا جائے گا) اور اگر واپس آکر رات اپنے اہل وعیال میں نہیں گزارتا تو اس کے سفر کا خرچہ مضاربت کے مال میں سے لیا جائے گا۔ کیونکہ مضارب کا سفر مضاربت کے لئے ہے۔ خرچہ سے یہاں اصلی ودائمی ضروریات کا خرچ مراد ہے اور ان ضروریات کو ہم نے بیان کر دیا ہے (یعنی کھانا، پینا، کپڑے، سواری وغیرہ) ان ضروریات میں کپڑوں کی دُھلائی، اپنے ملازم کی اُجرت، سواری کا خرچہ (گھاس یا پیٹرول وغیرہ) بھی شامل ہے اور تیل کا خرچہ بھی ان مقامات میں جہاں بدن پر تیل لگانے کی ضرورت پڑتی ہے جیسے حجاز (یعنی گرم وخشک علاقے)۔ ان تمام چیزوں کی مقدار اور قسم میں عُرف کا اعتبار ہوگا حتی کہ اگر ان چیزوں کے استعمال میں تاجروں کے عُرف وعادت سے تجاوز کیا اور زیادہ استعمال کیا تو اضافی مقدار کا ضامن ہوگا۔ اپنی دوا دارو اور علاج کا خرچہ مضارب کے اپنے مال میں سے ہوگا یہ حکم ظاہر الروایت کا ہے لیکن امام ابوحنیفہؒ سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ یہ بھی سفر کے خرچہ میں شامل ہوگا کیونکہ اس سے اس کے بدن کی اصلاح ہوگی اور اصلاح کے بغیر وہ تجارت نہیں کر سکتا تو یہ بھی مذکورہ سفری خرچہ کی طرح ہوگیا۔ ظاہر روایت کی دلیل یہ ہے کہ مذکورہ سفری اخراجات کا محتاج ہونا اور ان کی ضرورت پہلے سے یقینی طور پر معلوم ہوتی ہے جبکہ دوا کی ضرورت مرض کی وجہ سے (کبھی کبھی) پیش آتی ہے اور فی الحال

مرض نہیں ہے۔ اسی فرق کی وجہ سے بیوی کی دائمی (اور روزانہ کی) ضروریات کا خرچہ تو شوہر کے ذمہ ہے لیکن اس کی دوا دارو کا خرچہ اس کے اپنے مال میں سے ہوگا (شوہر کے ذمہ یہ خرچ نہیں ہے)۔

مسئلہ: جب تجارت میں نفع ہوجائے تو مضارب نے سرمایہ میں جو خرچہ (سفر وغیرہ میں اپنے اوپر) کیا ہے، مالک اسے نفع میں سے لے لے (تاکہ سرمایہ کی رقم پوری ہوجائے)۔

اگر مضارب کسی چیز کو بیع مرابحہ[1] پر فروخت کرے تو سامان پر اس نے بار برداری وغیرہ کا جو خرچہ کیا ہے اسے سامان کی اصل قیمت میں شامل کرے (یعنی اس خرچہ اور اصل قیمت پر نفع حاصل کرے) لیکن سامان کی خرید و فروخت میں اس نے جو کچھ خرچہ اپنی ذات پر کیا ہے تو اسے سامان کی اصل قیمت میں نہ لگائے۔ اس لئے کہ تاجروں کے عرف میں یہی بات جاری و رائج ہے کہ پہلی قسم کے خرچہ کو ملاتے ہیں دوسری قسم کے خرچہ کو نہیں ملاتے۔ نیز پہلی قسم کے اخراجات کو چیز کی قیمت میں شامل کرنے کی وجہ سے اس کی مالیت میں اضافہ کیا جاتا ہے جبکہ دوسری قسم کے اخراجات سے نہیں کیا جاتا۔

مسئلہ: اگر مضارب کے پاس ایک ہزار روپے تھے، اس نے ان کے کپڑے خریدے اور اپنے پاس سے سو روپے خرچ کر کے انہیں دھلوایا

---

[1] یعنی چیز کی قیمت خرید بتا کر اس کو نفع کی معلوم مقدار پر فروخت کرنا۔ سامان کی نقل و حمل میں جو خرچہ ہوتا ہے تاجر اسے بھی سامان کی قیمت میں لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ چیز ہمیں اتنے کی پڑی ہے اور اتنے نفع کے ساتھ ہم فروخت کر رہے ہیں۔

یا دوسری جگہ منتقل کیا اور مضارب سے کہہ دیا گیا تھا کہ تم اپنی رائے سے عمل کرو تو مضارب کا سو روپے خرچ کرنا احسان ہوگا۔ اس لئے کہ یہ مالک کے لئے قرض لینا ہے (کیونکہ مالک نے صرف ایک ہزار روپے دیئے تھے اور اس نے سو روپے مزید خرچ کئے) تو یہ قول (یعنی اپنی رائے سے عمل کرو) اس کام کی اجازت کو شامل نہیں ہوگا جیسا کہ اس کی وضاحت ابھی گزر چکی ہے۔

اگر مضارب نے (اپنے پیسوں سے) ان (تجارت کے) کپڑوں کو سرخ رنگوا دیا تو رنگ کی وجہ سے کپڑوں کی قیمت میں جو اضافہ ہوا ہے اس اضافہ میں مضارب مالک کے ساتھ شریک تو ہو جائے گا لیکن ضامن نہیں ہوگا، اس لئے کہ مضارب کی رقم کے بدلہ کا مال یعنی رنگ قائم و موجود ہے، یہاں تک کہ اگر کپڑے کو جب فروخت کیا جائے گا تو رنگ کی وجہ سے اضافہ کی رقم مضارب کی ہوگی اور رنگ کے بغیر سفید کپڑوں کی قیمت مضاربت پر ہوگی۔ لیکن کپڑے کی دھلوائی اور منتقل کرنے کی حیثیت اس سے مختلف ہے (یعنی اس عمل کی وجہ سے جو اضافہ ہوا ہے وہ مضارب کو نہیں ملے گا) اس لئے کہ یہ عمل مال نہیں ہے اور موجود نہیں ہے۔ اسی بناء پر اگر غاصب کوئی کپڑا غصب کر کے اسے دُھلوائے تو اُس کا یہ عمل ضائع ہوگا اور اس کا کوئی معاوضہ اسے نہیں ملے گا لیکن اگر اسے رنگوائے گا تو اس کا عمل ضائع نہیں ہوگا (بلکہ اسے اس کا خرچہ ملے گا)۔ اور جب مضارب کپڑا رنگوانے کی وجہ سے شریک ہو گیا تو مالک کا یہ قول کہ "اپنی رائے سے عمل کرو" اس

عمل کی اجازت کو شامل ہو گا جیسا کہ یہ قول مضاربت کے مال کے ساتھ دوسرا مال ملانے کی اجازت پر مشتمل ہے، اس لئے (مضارب مال کی) اجازت کی وجہ سے ضامن نہیں ہو گا۔

فصل

مسئلہ:۔ اگر مضارب کے پاس نصف نفع کی شرط کے معاہدہ کے تحت ایک ہزار روپے مضاربت کے لئے تھے۔ اس نے اس رقم سے کپڑا خریدا اور اسے دو ہزار میں فروخت کر دیا (یعنی ایک ہزار روپے نفع ہوا) پھر ان دو ہزار کے عوض ایک غلام خریدا (یعنی معاملہ طے کر لیا) اور ابھی اس کی قیمت ادا نہیں کی تھی کہ مال (دو ہزار روپے) ضائع ہو گئے تو مالک غلام کی قیمت میں سے ڈیڑھ ہزار روپے کا اور مضارب پانچ سو روپے کا ضامن ہو گا اور غلام کا چوتھائی حصہ مضارب کے لئے اور تین چوتھائی حصہ مضاربت پر ہو گا۔ صاحب ہدایہ فرماتے ہیں کہ امام محمدؒ کا یہ فرمانا جواب (یعنی حکم) کا حاصل ہے۔ اس لئے کہ غلام کی پوری قیمت کی ادائیگی مضارب کے ذمہ تھی کیونکہ اسی نے معاملہ طے کیا تھا لیکن اسے مالک سے ڈیڑھ ہزار روپے کا مطالبہ کرنے کا حق تھا جیسا کہ ہم اس کی وضاحت کریں گے تو آخر کار یہ قیمت مالک کے ذمہ ہو گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مضارب نے کپڑا فروخت کر کے جب مال نقد کر لیا تو مضارب کا نفع ظاہر ہو گیا جو کہ پانچ سو روپے ہے۔ پھر جب دو ہزار روپے کا غلام خریدا تو وہ دو ہزار کی مذکورہ شرط کے مطابق تقسیم

کے اعتبار سے غلام کا ایک چوتھائی اپنے لئے اور تین چوتھائی مضاربت کے لئے خریدنے والا ہوگیا۔ اور جب دو ہزار روپے ضائع ہوگئے تو غلام کی قیمت کی ادائیگی اس کے ذمہ واجب ہوگئی اسی وجہ سے جو ہم نے بیان کی (کہ معاملہ کرنے والا وہ خود ہے) اور اسے مالک سے قیمت کی تین چوتھائی کا مطالبہ کرنے کا حق ہے، اس لئے کہ وہ اس غلام کو خریدنے میں مالک کا وکیل ہے۔ اور مضارب کا حصہ جو کہ چوتھائی ہے مضاربت میں سے نکل جائے گا کیونکہ وہ قابلِ ضمان ہے جبکہ مضاربت کا مال امانت ہے اور ضمان و امانت دو الگ الگ چیزیں ہیں، تو غلام کا تین چوتھائی حصہ مضاربت پر باقی رہا، کیونکہ یہاں ایسا کوئی امر نہیں ہے جو مضاربت کے منافی ہو۔ اور اب مضاربت کا کل سرمایہ ڈھائی ہزار روپے ہو جائے گا، اس لئے کہ مالک نے پہلے ایک ہزار روپے دیئے اور دوسری مرتبہ ڈیڑھ ہزار روپے دیئے۔ اگر غلام کو مرابحہ پر فروخت کرے گا تو قیمت خرید دو ہزار روپے بتائے گا (ڈھائی ہزار روپے قیمت خرید نہیں بتائے گا) کیونکہ اس نے غلام کو دو ہزار کا خریدا تھا۔ اگر غلام کو چار ہزار روپے میں فروخت کیا جائے تو مذکورہ تفصیل سے حصے اس طرح ظاہر ہوں گے کہ اس میں سے تین ہزار روپے مضاربت کے ہوں گے، ان میں سے (ڈھائی ہزار روپے) سرمایہ نکالا جائے گا اور بقیہ پانچ سو روپے نفع کے مالک و مضارب میں مشترک ہوں گے (اور بقیہ ایک ہزار روپیہ مضارب کا ہوگا)۔

مسئلہ:۔ اگر مضارب کے پاس ایک ہزار روپے تھے۔ مالک نے پانچ سو

روپے کا ایک غلام خریدا اور مضارب کو ایک ہزار کا فروخت کر دیا تو مضارب اگر اسے مرابحہ پر فروخت کرے گا تو پانچ سو روپے قیمت خرید بتائے گا۔ کیونکہ یہ بیع اگرچہ اپنی ہی مملوکہ چیز کی اپنی مملوکہ چیز کے عوض میں ہے (یعنی مالک اپنے غلام کو اپنے مال کے عوض فروخت کر رہا ہے جو کہ صحیح نہیں ہے) لیکن چونکہ مقاصد میں اختلاف ہے (یعنی غلام مضارب کے پاس جا رہا ہے اور قیمت مالک کے پاس آرہی ہے اور دونوں کے مقاصد مختلف ہیں) اس لئے حاجت وضرورت کی وجہ سے اس کے جواز کا حکم لگایا گیا ہے مگر چونکہ اس بیع کے ناجائز ہونے کا شبہ بھی ہے جبکہ مرابحہ کی بنیاد امانت اور خیانت کے شبہ سے پرہیز پر ہے، اس لئے اس میں چھوٹی قیمت کا اعتبار کیا گیا۔

اگر مضارب نے ایک ہزار روپے کا غلام خرید کر مالک کو ایک ہزار دو سو [۱۲۰۰] میں فروخت کر دیا تو مالک اس غلام کو مرابحہ پر ایک ہزار ایک سو قیمت خرید بتا کر اور (ایک مخصوص نفع لگا کر) فروخت کرے گا۔ اس لئے کہ (مضاربت والے) نفع کے نصف حصہ یعنی مالک کے حصہ کو (جو کہ سو روپے ہے) اس بیع میں معدوم خیال کیا گیا ہے۔ اور اس کی وجہ بیوع کی بحث میں گزر چکی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر مضارب کے پاس نصف کے معاہدہ پر مضاربت کے ایک ہزار روپے تھے۔ اس نے اس رقم کے عوض ایسا غلام خریدا جس کی قیمت دو ہزار روپے ہے۔ پھر اس غلام نے خطاو غلطی سے ایک شخص کو قتل کر دیا تو اس غلام کے فدیہ کی رقم کے تین چوتھائی مالک کے ذمہ ہوں گے

اور ایک چوتھائی حصّہ مضارب کے ذمّہ ہوگا، اس لئے کہ فدیہ ملکیت کے مقابلہ میں ہوتا ہے تو ملکیت کے بقدر مقرّر ہوگا اور ملکیت ان دونوں کے درمیان چوتھائی کے اعتبار سے ہے۔ کیونکہ جب مالِ مضاربت ایک ایسی چیز ہوگیا جس کی قیمت دو ہزار روپے ہے تو نفع ظاہر ہوگیا جو کہ ایک ہزار روپے ہے اور ان دونوں کے درمیان مشترک ہے اور بقیہ ایک ہزار مالک کا سرمایہ ہے کیونکہ غلام کی کل قیمت دو ہزار روپے ہے۔ جب دونوں نے فدیہ ادا کر دیا تو غلام مضاربت کا مال نہیں رہا۔ غلام میں مضارب کے حصّہ کے بقدر مضاربت ختم ہونے کی وجہ وہی ہے جو ہم نے بیان کی (کہ اس کا حصّہ قابلِ ضمان ہوگیا جبکہ مالِ مضاربت امانت ہوتا ہے) اور مالک کے حصّہ میں مضاربت ختم ہونے کی وجہ فدیہ کی تقسیم کا قاضی (جج) کی جانب سے فیصلہ ہے کیونکہ اس فدیہ کی تقسیم کے ضمن میں ان دونوں کے درمیان غلام کی بھی تقسیم ہوگئی اور (نفع وغیرہ کی) تقسیم سے مضاربت کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ سابقہ صورت کا حکم اس سے مختلف ہے (کہ وہاں مالک کے حصہ میں مضاربت ختم نہیں ہوتی) کیونکہ وہاں کُل قیمت کی ادائیگی مضارب کے ذمہ ہے اگرچہ وہ مالک سے قیمت کی وصولی کا مطالبہ کرے گا (لیکن ادائیگی مضارب ہی کرے گا) اس لئے غلام کی تقسیم کی ضرورت نہیں ہے (تو مضاربت ختم نہیں ہوئی)۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ یہاں غلام جُرم (یعنی قتل) کرنے کی وجہ سے مضارب و مالک کی ملکیت سے نکل جانے والے کے مشابہ ہے (کیونکہ اصل حکم یہ ہے کہ غلام مقتول کے وارثوں کے حوالہ کیا جائے) لیکن (وارثوں کو) فدیہ کی

ادائیگی (اس سے) ابتداءً خریدنے کے مشابہہ ہے (یعنی گویا ان دونوں نے اسے ابتداء ہی سے مشترکہ خریدا ہے) پس غلام ان دونوں کے درمیان تین چوتھائی اور ایک چوتھائی حصوں سے مشترک ہو جائے گا، مضاربت پر باقی نہیں رہے گا۔ مضارب کی ایک دن خدمت کرے گا اور مالک کی تین دن، بخلاف سابقہ صورت کے (کہ وہاں یہ امور نہیں ہیں)۔

مسئلہ:۔ اگر مضارب کے پاس ایک ہزار روپے تھے، اس نے ایک ہزار روپے کے غلام کا سودا کر لیا اور قیمت ادا کرنے سے پہلے ہزار روپے ضائع ہو گئے تو مالک اس غلام کی قیمت ادا کرے گا، اگر وہ بھی ضائع ہو گئے تو پھر ادا کرے گا، اسی طرح ادا کرتا رہے گا۔ اور مالک اس طرح جتنی بھی رقم ادا کرے گا وہ سب سرمایہ شمار ہو گا۔ کیونکہ مالِ مضاربت مضارب کے پاس امانت ہے اور (خریدی ہوئی چیز مضاربت کا حق ہے اور) حق وصول کرنا ایسے مال سے ہوتا ہے جس کا قبضہ قابل ضمان ہو جبکہ امانت کا حکم اس کے منافی ہے اس لئے (مال ضائع ہونے کے بعد مضارب کے ذمہ اپنے مال سے حق وصول کرنا نہیں ہے بلکہ) وہ یکے بعد دیگرے مالک سے مطالبہ کرے گا۔ خریداری کے وکیل کی حیثیت اس سے مختلف ہے کہ اگر اسے کوئی چیز خریدنے (کے لئے خریدنے) سے پہلے اس کی قیمت دے دی گئی اور چیز خریدنے کے بعد قیمت ضائع ہو گئی تو وکیل موکل سے چیز کی قیمت صرف ایک مرتبہ مزید وصول کرے گا۔ (اگر پھر ضائع ہو گئی تو اب موکل سے وصول نہیں کرے گا) کیونکہ وکیل کو حق وصول کرنے والا بنانا

ممکن ہے اس لئے کہ وکالت ضمان کے ساتھ جمع ہو سکتی ہے جیسے غاصب مغصوب چیز کے فروخت کرنے کا خود وکیل بن جائے (اور پھر مغصوب چیز ضائع ہو جائے تو وہ ضامن ہو گا حالانکہ وہ وکیل بھی ہے)۔ وکالت کی اس صورت میں تو وکیل صرف ایک مرتبہ مطالبہ کرے گا، لیکن اگر اس نے پہلے چیز خریدی پھر بعد میں موکل نے اسے چیز کی قیمت دی اور وہ ضائع ہو گئی تو وکیل موکل سے اب مطالبہ نہیں کرے گا۔ کیونکہ چیز خریدنے کی وجہ سے وکیل کے لئے موکل سے مطالبہ کرنے کا حق ثابت ہو گیا (پھر جب اس نے موکل سے قیمت لے لی) تو وہ چیز خریدنے کے بعد قیمت پر قبضہ کرنے سے اپنا حق وصول کرنے والا ہو گیا (اس لئے اب دوبارہ مطالبہ نہیں کر سکتا) لیکن جس وکیل کو چیز خریدنے سے پہلے ہی قیمت مل گئی تھی تو اس کے پاس قیمت امانت ہے اور وہ قیمت چیز خریدنے کے بعد بھی امانت رہے گی اور وہ حق وصول کرنے والا نہیں ہو گا اور جب وہ قیمت ضائع ہو جائے گی تو موکل سے صرف ایک مرتبہ مطالبہ کرے گا پھر (ضائع ہونے کی صورت میں) دوبارہ مطالبہ نہیں کرے گا کیونکہ (قیمت کی) وصولیابی ہو چکی جیسا کہ اس کی دلیل ابھی گزری ہے۔

فصل فی الاختلاف

مضارب اور مالک میں اختلاف ہونا

مسئلہ:۔ اگر مضارب کے پاس دو ہزار روپے ہوں اور وہ مالک سے کہے

کہ تم نے مجھے ایک ہزار روپے مضاربت کے لئے دیئے تھے اور ایک ہزار روپے کا نفع ہوا تھا جبکہ مالک یہ کہے کہ نہیں بلکہ میں نے دو ہزار روپے مضاربت کے لئے دیئے تھے تو (اس اختلاف میں) مضارب کا دعویٰ معتبر ہوگا۔ امام ابو حنیفہؒ پہلے یہ فرماتے تھے کہ مالک کا دعویٰ معتبر ہوگا اور یہی امام زفرؒ کا قول ہے۔ کیونکہ مضارب مالک کے خلاف ہر نفع میں شرکت کا دعویٰ کر رہا ہے اور مالک انکار کر رہا ہے اور (جب دلیل نہ ہو تو) انکار کرنے والے کا قول معتبر ہوتا ہے۔ بعد میں امام صاحبؒ نے اس قول کی طرف رجوع کر لیا جو مسئلہ میں مذکور ہوا، اس لئے کہ حقیقت میں یہ اختلاف قبضہ کی ہوئی رقم کی مقدار میں ہے اور اس جیسے اختلاف میں قبضہ کرنے والے کا قول معتبر ہوتا ہے خواہ وہ ضامن ہو (جیسے غاصب) یا امین ہو۔ کیونکہ وہ قبضہ کی ہوئی مقدار کو زیادہ جانتا ہے۔

اگر ان دونوں میں سرمایہ کی مقدار میں اختلاف کے ساتھ ساتھ نفع کی تقسیم کی مقدار میں بھی اختلاف ہو جائے (یعنی مثلاً مالک کہے کہ دو تہائی میرا اور ایک تہائی تمہارا لیکن مضارب اس کا انکار کرے) تو نفع کی مقدار میں مالک کا قول معتبر ہوگا، اس لئے کہ نفع کا حق شرط کی بناء پر ہوتا ہے، اور شرط مالک کی طرف سے معلوم کی جاتی ہے (یعنی مالک یہ طے کرتا ہے کہ نفع کس اعتبار سے تقسیم ہوگا۔ یہ تمام حکم اس وقت ہے جب کسی کے پاس ثبوت یا دلیل نہ ہو) اور اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک بھی اپنے دعویٰ پر ثبوت یا دلیل پیش کرے تو جو فریق اضافہ پر دلیل پیش کر رہا ہے اس کی دلیل قبول کی جائے گی کیونکہ (وہ اضافہ کو ثابت کر رہا ہے اور) دلیل چیزوں کو ثابت کرنے کے

لیے ہوتی ہے۔

مسئلہ:۔ اگر کسی شخص کے پاس ایک ہزار روپے ہوں اور وہ کہے کہ یہ رقم فلاں شخص (احمد) کی مضاربت کی ہے نصف نفع کی شرط کے ساتھ، اور ایک ہزار روپے نفع ہوا ہے، جبکہ فلاں شخص (احمد) کہے کہ میں نے اسے بغیر عوض کے تجارت کے لئے دیئے ہیں (یعنی نفع میں عامل کا حصہ نہیں ہے) تو مالک (یعنی فلاں شخص احمد) کا قول معتبر ہوگا، اس لئے کہ مضارب اس فلاں شخص (احمد) پر اپنے عمل کی اجرت کا یا اس کی طرف سے نفع کی مقدار کا یا اس کے ساتھ شریک ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے اور وہ فلاں شخص (احمد) انکار کر رہا ہے، (اور اصول ہے کہ جب مدعی کے پاس دلیل نہ ہو تو منکر کا قول معتبر ہوتا ہے)۔

اگر مضارب کہے کہ تم نے مجھے قرض دیا تھا لیکن مالک کہے کہ میں نے اپنے لئے اجرت کے بغیر تجارت کروانے کے لئے دیا تھا یا کہے کہ میں نے امانت رکھوائی تھی یا کہے کہ مضاربت کے لئے دیا تھا تو (ہر صورت میں) مالک کا قول معتبر ہوگا، اور اگر دونوں دلیل پیش کریں تو مضارب کی دلیل مقبول ہوگی، اس لئے کہ ان صورتوں میں مضارب مالک کے خلاف نفع کی ملکیت کا دعویٰ کر رہا ہے اور مالک انکار کر رہا ہے (اور اصول ہے کہ مدعی سے دلیل طلب کی جاتی ہے اور اس کی دلیل مقبول ہوتی ہے جبکہ منکر سے حلف لیا جاتا ہے)۔

اگر مالک کسی خاص نوع میں مضاربت کا دعویٰ کرے اور مضارب کہے کہ تم نے میرے لئے تجارت کی کوئی قسم مقرر نہیں کی تھی (لیکن ثبوت یا دلیل کسی کے پاس نہ ہو) تو مضارب کا قول معتبر ہوگا، اس لئے کہ مضاربت

میں تجارت کی عام اجازت اصل ہے اور خصوصیت شرط کی وجہ سے آتی ہے (اور مضارب اصل کا دعویٰ کر رہا ہے اس لئے اس کی بات مقبول ہوگی)، جبکہ وکالت کی حیثیت اس سے مختلف ہے (کہ اگر اس قسم کا اختلاف وکالت کے معاملہ میں ہو تو اس میں موکّل کی بات معتبر ہوگی) کیونکہ وکالت میں اصل خصوصیت ہے۔

اور اگر دونوں میں سے ہر ایک تجارت کی مخصوص قسم کا دعویٰ کرے (یعنی مالک کہے کہ میں نے کپڑے کی تجارت کے لئے کہا تھا اور مضارب کہے کہ تم نے کتابوں کی تجارت کرنے کے لئے کہا تھا) تو مالک کی بات معتبر ہوگی، اس لئے کہ دونوں مضاربت کے مخصوص ہونے پر متفق ہو گئے ہیں۔ اور مخصوص کام کی اجازت مالک ہی سے حاصل ہوتی ہے لہٰذا اس میں مالک کا قول معتبر ہوگا۔ لیکن اگر دونوں اپنے دعوے پر دلیل پیش کریں تو مضارب کی دلیل مقبول ہوگی کیونکہ مضارب اپنے اوپر سے تاوان کی نفی کرنے کے لئے دلیل کا محتاج ہے جبکہ مالک کو دلیل کی ضرورت نہیں ہے۔

اگر مضاربت شروع کرنے کے وقت میں اختلاف ہو (یعنی مالک کہے کہ میں نے ماہ رمضان سے مضاربت شروع کرنے کے لئے کہا تھا لیکن مضارب کہے کہ تم نے ماہ شوال سے شروع کرنے کے لئے کہا تھا یا اس کا عکس ہو) اور دونوں دلیل قائم کریں تو آخری وقت بیان کرنے والے کی دلیل معتبر ہوگی، اس لئے کہ آخری شرط پہلی شرط کو ختم کر دیتی ہے۔

٭